(139)

Saood

"سلسلۂ تاریخ دکن"

حکیم سید شمس اللہ قادری

954
S995

# انتساب

جناب مستطاب فضیلت مآب نواب

صدر یار جنگ بہادر مولٰنا الحاج

محمد حبیب الرحمن خان صاحب شروانی صدر الصدور

امور مذہبی ممالک محروسۂ سرکار عالی نظام

آنریری سکریٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے

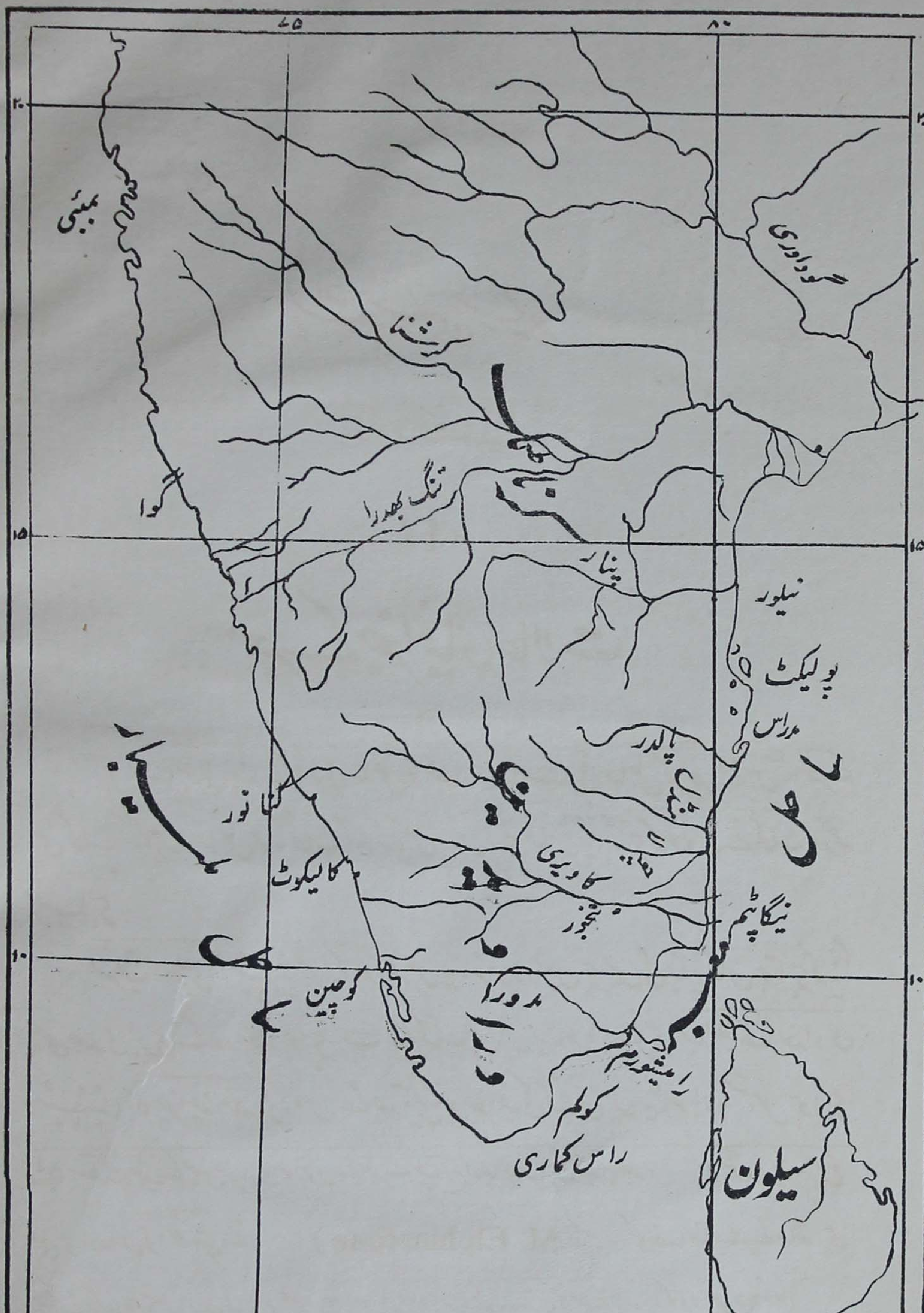
نام نامی و اسم گرامی سے یہ "سلسلۂ تاریخ دکن"

موسوم و منسوب کیا جاتا ہے

۲۰ مارچ
سنہ ۱۹۲۸ء

حکیم سید شمس اللہ قادری

# فہرست مضامین



۷۵
۸۰
بمبئی
گوداوری
تنگ بھدرا
گوا
پنار
نیلور
پولیکٹ
مدراس
پالدر
کنانور
کالیکوٹ
کاویری
تنجور
نیگاپٹم
کوچین
مدورا
رامیشورم
کولم
راس کماری
سیلون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

(۱)

# معبر کے جغرافیائی حالات

اہل عرب جنوبی ہند کے مغربی ساحل کو ملیبار اور مشرقی ساحل کو معبر کہتے ہیں۔[۱] معبر کے معنی گھاٹ کے ہیں۔ ساحل عموماً گھاٹ کہلاتے ہیں۔ اس لئے قیاس چاہتا ہی کہ عربوں نے گھاٹ کا ترجمہ کرلیا ہی۔

شریف ادریسی (۵۴۸ھ / ۱۱۵۳ء) کے جغرافیہ میں یہ نام موجود نہیں ہی جس کی بنا پر گمان ہوتا ہی کہ یہ نام چھٹی صدی ہجری کے بعد ایجاد ہوا ہی۔ سب سے قدیم کتاب جس میں یہ نام پایا جاتا ہی۔ عبداللطیف بغدادی (۶۲۹ھ / ۱۲۳۱ء) کا جغرافیۂ مصر ہی۔ اس کے بعد تاریخ و جغرافیہ کی کتابوں میں یہ نام بارہا مستعمل ہوا ہی

---

[۱] سلطنت مغلیہ کے بعض درباری مورخوں نے معبر سے ملیبار مراد لیا ہی (آئین اکبری جلد ۲ ) لیکن یہ ایک صریح غلطی ہی اور اس کو الفنسٹن نے ( M. Elphinstone ) کسی قدر وضاحت کے ساتھ اپنی تاریخ کے ایک حاشیہ میں بیان کیا ہی جو صفحہ (۳۸۸) پر درج ہی نیز دیکھو مارسڈن کا سفرنامہ مارکوپولو صفحہ (۶۲۶)

( Marsden's Marco Polo, p. 627)

چنانچہ ابو الفدا حموی (۷۳۲ھ / ۱۳۳۱ء) اور عبداللہ بن فضل اللہ وصاف (۷۲۸ھ / ۱۳۲۷ء) کی تصنیفات میں بھی یہ نام موجود ہے۔ یہ دونوں مصنف عبداللطیف کے کم و بیش سو سال بعد گزرے ہیں۔

قدیم زمانہ میں دریائے کاویری اور پالار کے درمیان چولا خاندان حکمران تھا۔ اسی مناسبت سے اس خطہ کو ہندو مورّخ "چولا منڈل" کہا کرتے تھے جس کے معنی ہیں چولا کا ملک۔ پرتگیزوں نے جب اس سرزمین پر قدم رکھا تو اس نام کو اپنے تلفظ میں "کارومنڈل" (Coromandel) بنا دیا اور اس نام سے جنوبی ہند کے اُس ساحل کو پکارنے لگے جو موسلی پٹم سے راس کماری تک پھیلا ہوا ہے۔[۱]

زمانۂ حال کے بعض جغرافیہ نویسوں نے مشرقی ساحل کا نام کرناٹک لکھا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ اُن کی غلطی ہے۔ کیوں کہ کرناٹک، دکن کے اُس علاقہ کا نام ہے جہاں کنڑی زبان بولی جاتی ہے۔ برخلاف اس کے مشرقی ساحل (معبر) کے باشندے ٹامل زبان بولتے ہیں۔ کرناٹک دریائے کرشنا کے جنوب میں کوہستانی سلسلوں کے درمیان واقع ہے۔ اس کی جنوبی حد اُس مفروضہ خط سے قرار دی جاتی ہے جو پولیکٹ سے بنگلور اور رگوا تک کھینچا جائے۔ اس کے جنوب میں جانب مشرق معبر اور جانب مغرب ملیبار کے ساحل واقع ہیں۔ ان کے درمیان ڈراوڈیوں کا ملک ہے جسے انگریزوں نے اپنی کتابوں میں ٹامل کنٹری (Tamil Country) لکھا ہے اور اس میں خود معبر کا علاقہ بھی شامل ہے۔[۱]

ابو الفدا نے لکھا ہے کہ ملیبار، راس کماری پر ختم ہوتا ہے اور یہاں سے معبر شروع ہو جاتا ہے جس کی حد نیلور تک ہے۔[۲] مورّخ وصاف نے بھی اس کے حدود کی یہی تصریح کی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ معبر کولم سے شروع ہو کر نیلور پر ختم ہوتا ہے اور اس کی لمبائی تین سو فرسخ کے قریب ہے۔[۳] پرتگیز اور

---

۱ Sir Elliots' Coins of S. India

Elphinstone's History of India, p. 325

۲ تقویم البلدان۔ ذکر ہندوستان ۳ تاریخ وصاف جلد چہارم صـ ۲۶

فرانسیسی سیاحوں نے بھی کسی قدر اختلاف کے ساتھ وہی حدود بیان کئے ہیں جو اوپر مذکور ہوئے ہیں۔ موسیو تھیونو (Thevenot) جس نے ۱۰۶۶ھ/۱۶۵۵ء سے ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء تک ہندوستان میں سفر کیا ہے لکھتا ہے کہ عام لوگ کارومنڈل کی حد راس ناگاپٹم سے راس موسلی پٹم تک سمجھتے ہیں[1] مگر بعض مصنفین نے اُسے اور آگے تک بیان کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ علاقہ راس کماری سے شروع ہو کر دریائے کرشنا کے شمال میں اوڑیسہ تک چلا گیا ہے۔

## (۲)

# معبر کے قدیم حالات

اسلامی تسلّط سے پہلے معبر میں ہندوؤں کی دو سلطنتیں قائم تھیں۔ شمال میں چولا خاندان حکمراں تھا جس کا ذکر راجہ اشوک (۲۶۹ قم تا ۲۳۲ قم) کے کتبوں میں بھی آیا ہے۔ ان کی مملکت کے شمال میں پنار اور جنوب میں ویلار کے دریا بہتے تھے۔ مشرق میں سمندر اور مغرب میں کورگ کا علاقہ واقع تھا۔ یہ خاندان نہایت قدیم زمانہ سے نویں صدی عیسوی تک حکمراں رہا ہے۔ ابتدا میں اس کا دارالسلطنت اورایور تھا جس کو قدیم ترچناپلی بھی کہتے ہیں۔

اس خاندان میں راجہ راج دیو (۳۷۵ھ/۹۸۵ء تا ۴۰۹ھ/۱۰۱۸ء) بڑا نامی گرامی فرمان روا ہے اس کے زمانہ میں جنوبی ہندوستان کے تمام راجہ مطیع ہو گئے تھے۔ اس نے قدیم دارالسلطنت کی بجائے تنجور کو اپنا مستقر حکومت مقرر کیا اور وہاں ایک عظیم الشان مندر تعمیر کرایا اور اس کی دیواروں پر اپنی فتوحات کی تصاویر کندہ کرائیں۔ یہ مندر اپنے بانی کی گزشتہ عظمت و شان یاد دلانے کے لئے اب تک موجود ہے۔

راجہ راج دیو کی پوتی سے ونگی کے چلوکیا راجہ ویملادیتہ نے شادی کی جس کے بطن سے

---

[1] سیاحت نامہ موسیو تھیونو طبع آگرہ صفحہ ۱۱۲

راجندر تولد ہوا جو ۱۰۶۳ء - ۱۰۴۲ء میں کالوتنگا کے لقب سے اپنے باپ کا جانشین ہوا اور اس کے چار سال بعد چولا کی حکومت پر قابض ہو کر اپنا دار السلطنت تنجور سے کانچی میں تبدیل کر دیا جو مدراس کے قریب واقع ہے اور اس طرح پر چولا سلطنت چلوکیا خاندان میں منتقل ہو گئی۔

دوسری سلطنت پانڈیا خاندان کی تھی۔ یہ لوگ انتہائے جنوب میں حکمراں تھے۔ قدیم زمانہ میں ان کا دار السلطنت کورکائی تھا جو دریائے تامر پرنی کے دہانے پر ضلع تینا ولی میں واقع ہے۔ اس کے بہت عرصہ بعد ان لوگوں نے مدورا کو اپنا مستقر بنایا جس کو مورخین اسلام شہر پانڈی کہتے تھے اور جو امتداد زمانہ سے بگڑتے بگڑتے فارسی کتابوں میں مانڈی یا منڈی ہو گیا ہے۔

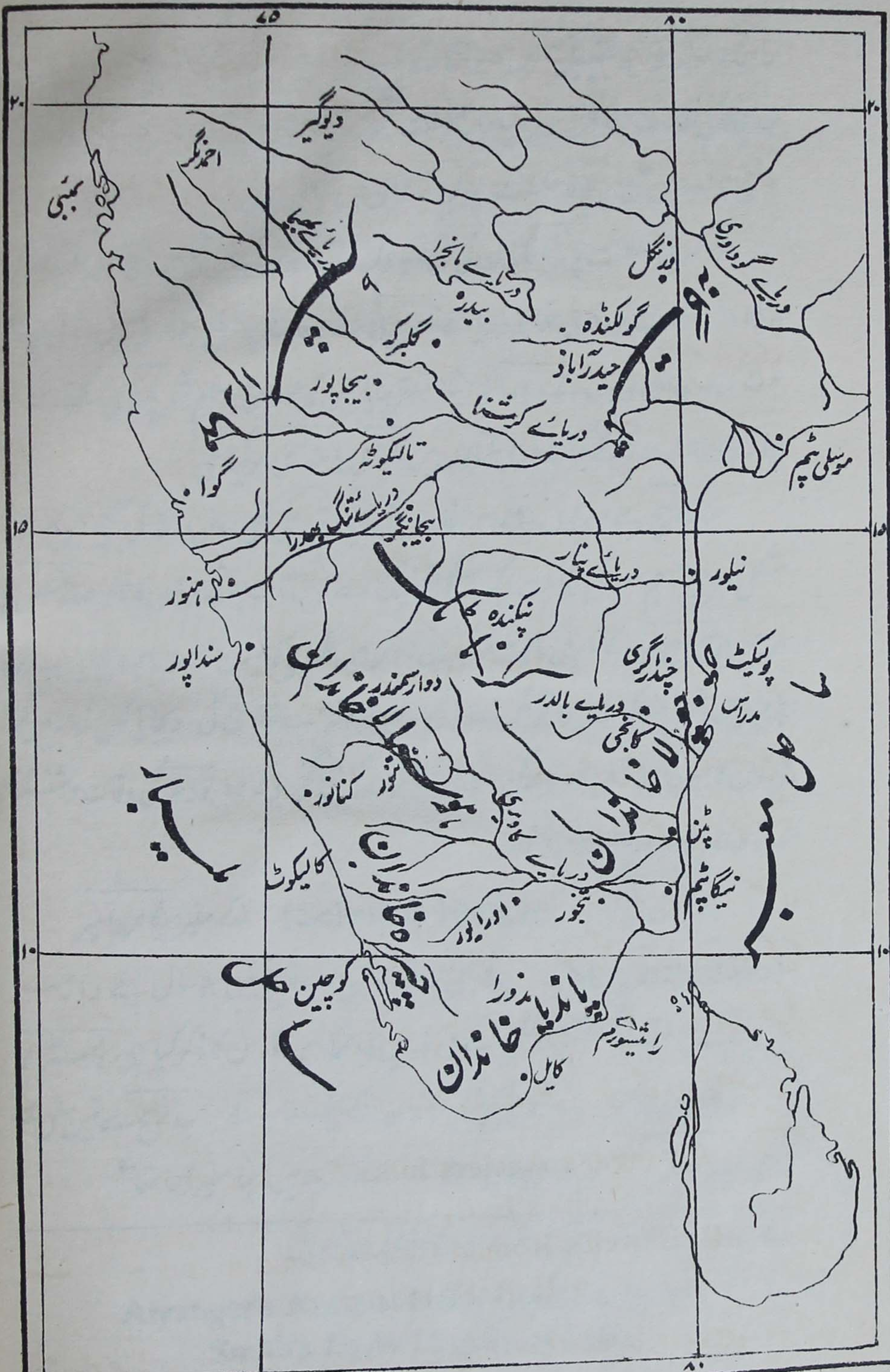
جناب مسیح سے صدیوں پہلے اس خاندان کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ اس واقعہ کی صحیح تاریخ بتانا مشکل امر ہے۔ تاہم اس کی قدامت ایک سنگلی تصنیف سے بخوبی ثابت ہوتی ہے جس کا نام مہاونس ہے اور جس میں سیلون کے تاریخی حالات مرقوم ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ سیلون کا پہلا راجہ ویجایا جب اس جزیرہ میں آکر برسر حکومت ہوا تو اس نے پانڈیا راجہ کی دختر سے شادی کی۔ ویجایا کس زمانہ میں گزرا ہے۔ اس کا تعین کرنا مشکل امر ہے لیکن یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ وہ بودھ کی وفات (۴۸۳ قم) سے مدت پہلے برسر حکومت ہوا تھا۔

سائلوکس نیکٹر (Seleukos Nikatar) کے سفیر میگاس تھینز (Megastheanes) نے بھی جو جناب مسیح سے قریباً تین سو سال پہلے راجہ چندر اگپت (۳۲۱ قم ۲۷۲ قم) کے دربار میں آیا تھا اس خاندان کا ذکر کیا ہے۔ اسٹرابو (Strabo) نے لکھا ہے کہ پانڈیا خاندان کے ایک راجہ نے جناب مسیح سے تیس سال پہلے رومی قیصر اگسٹس (Augustus) کے دربار میں اپنا سفیر بھیجا تھا[1]

---

[1] چولا اور پانڈیا خاندانوں کی تاریخ پر بہترین معلومات کتب ذیل میں تحریر ہیں:

**Aiyangar's Ancient India, London, 1900**
**Smith's Early History of India**


۷۵
۸۰
۲۰
۱۵
۱۰
بمبئی
احمد نگر
دیوگیر
دریائے مانجرا
بیدر
گلبرگہ
بیجاپور
ورنگل
گولکنڈہ
حیدرآباد
دریائے کرشنا
دریائے گوداوری
موسلی پٹم
تالیکوٹہ
گوا
دریائے تنگ بھدرا
بیجانگر
نیلور
دریائے پنار
ہنور
سنداپور
پنکنڈہ
پولیکٹ
چندرگری
مدراس
دریائے پالر
کانچی
دوارسمندر
کنانور
کالیکوٹ
ٹنجور
نیگاپٹم
کوچین
مدورا
رامیشورم
کایل

ان دونوں سلطنتوں کے ساتھ قدیم زمانہ سے رومیوں کے تعلقات قائم تھے اور ان کے تجارتی جہاز ایشیائے صغریٰ سے نکل کر معبر کے ساحل پر لنگر انداز ہوا کرتے تھے۔ معبر کا سب سے بڑا اور پر رونق بندرگاہ کاوریپدنم تھا جو دریائے کاویری کے شمالی دھانہ پر آباد تھا اور مدت ہوئی کہ تباہ و برباد ہو کر ریت میں دب گیا ہے۔[1]

رومی تجار نے معبر کے بعض شہروں میں آباد ہو کر اپنی نوآبادی قائم کر لی تھی اور ان کی وجہ سے رومۃ الکبریٰ کا ایک سکہ جس کا نام اروی تھا یہاں رائج ہو کر لین دین میں مستعمل ہو گیا تھا اور کبھی کبھی رومیوں کے لئے مدورا میں بھی مضروب کیا جاتا تھا۔[2]

(۳)

## معبر پر مسلمانوں کا تسلّط

چودھویں صدی کے اوائل میں دکن میں ہندوؤں کی بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں۔ دیوگیری میں یادو، ورنگل میں کاکیٹیا، کرناٹک میں ہوسیالا، تنجور میں چولا، مدورا میں پانڈیا خاندان حکومت کر رہے تھے۔ ۶۹۳ھ / ۱۲۹۴ء میں سلطان علاء الدین خلجی نے اس انتظام میں خلل ڈالا۔ اس بادشاہ نے سب سے پہلے دیوگیری پر حملہ کیا۔[3] ۷۰۳ھ / ۱۳۰۳ء میں ورنگل کو مطیع کرنا چاہا۔[4] ۷۰۶ھ / ۱۳۰۶ء میں دوسری مرتبہ دیوگیری پر حملہ ہوا۔[5] ۷۰۹ھ / ۱۳۰۹ء میں بادشاہ نے ملک کافور کو لشکر جرار دے کر جنوب کی جانب روانہ کیا۔ اس نے سب سے پہلے ورنگل کے راجہ کو مطیع کیا۔[6]

---

ف۱ Aiyangar's Ancient India, London, 1900
Smith's Early History of India.

ف۲ R. Sewell's Roman Coins Found in India
J. R. A. S. 1904. p. 591

ف۳ ترجمہ الفنسٹن جلد دوم صفحہ ۶۱۸ ف۴ ایضاً ج ۲ صفحہ ۲۴۱ ف۵ ایضاً ج ۲ صفحہ ۲۴۲ ف۶ ایضاً ج ۲ صفحہ ۲۴۴

اس کے بعد دوار سمندر پر قبضہ کر کے ہوسیالا خاندان کو خراج گزار بنایا۔ پھر معبر اور ملیبار کو تسخیر کرتا ہوا انتہائے جنوب تک چلا گیا[1]۔ لڑائیوں کا یہ سلسلہ ۷۱۲ھ ۱۳۱۲ء تک جاری رہا[2]۔ اور فتوحات کے اس سیلاب نے قدیم ریاستوں کو بیخ و بنیاد سے ہلا دیا اور وہ سب تباہ ہونے کے قریب ہو گئیں۔

ملک کافور نے معبر پر جو فوج کشی کی ہے مورخ فرشتہ نے اس کا حال نہایت تفصیل سے لکھا ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ علاءالدین نے ۷۰۹ھ ۱۳۰۹ء میں ملک کافور کو کرناٹک فتح کے لئے بھیجا۔ ملک کافور دہلی سے دیوگیری میں آیا اور یہاں سے تین مہینے سفر کرنے کے بعد کرناٹک پہونچا۔ یہاں کے راجہ بلدل دیو سے لڑائی ہوئی۔ مسلمان آگے بڑھتے ہوئے دوار سمندر تک چلے گئے۔ جب یہ مقام فتح ہو گیا تو ملک کافور نے معبر کا رخ کیا۔ مدورا اس علاقہ کا دارالسلطنت تھا اور ویرا پانڈیا یہاں کا راجہ تھا۔ راجہ سے جب مقابلہ نہ ہو سکا تو جنگل میں بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے مدورا پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے نکل کر ملک کافور سیت بندر رامیشورم تک چلا گیا اور وہاں ایک مسجد بنوائی اور اس میں علاءالدین کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ یہ مسجد جہانگیر بادشاہ ۱۰۱۴ھ ۱۶۰۵ء تا ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ء کے زمانہ تک موجود اور مسجد علائی کے نام سے مشہور تھی۔ مسلمانوں نے جب مدورا کو فتح کیا تو تین سو بارہ ہاتھی۔ بیس ہزار گھوڑے۔ چھیانوے ہزار من سونا۔ جواہرات اور موتیوں کے بے شمار صندوق غنیمت میں ہاتھ آئے۔ ان کے علاوہ وہ خزانے اور دفینے تھے جو اثناء راہ میں مل گئے تھے۔ ملک کافور یہ تمام مال و دولت ساتھ لے کر ۷۱۱ھ ۱۳۱۱ء میں دہلی کو واپس آیا[3]۔

ملک کافور کی واپسی کے بعد دیوگیری اور کرناٹک میں فساد برپا ہو گیا جس کی مدافعت کے لئے ۷۱۲ھ ۱۳۱۲ء میں ملک کافور پھر دکن پر حملہ آور ہوا۔ سب سے پہلے دیوگیری کو فتح کر کے وہاں کے راجہ سنگل دیو کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد گلبرگہ، رائچور، مدگل، دابل، دوار سمندر وغیرہ پر

---

[1] مترجمہ الفنسٹن ج ۲ ص ۶۴۵ [2] ایضاً ج ۲ ص ۶۴۷

[3] تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۱۳۰

قبضہ کرلیا۔ کرناٹک اور معبر کے راجاؤں نے اطاعت قبول کرکے خراج دینے کا وعدہ کیا تھا، اس لئے انھیں ان کی آبائی حکومت پر بحال کردیا۔[1]

ملک کافور کی یورشوں کے بعد سلاطین دہلی نے پانچ سال تک دکن کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس لئے وہاں کے راجاؤں اور زمینداروں نے خودسری اختیار کرلی۔ اس عرصہ میں سلطان علاء الدین خلجی کا انتقال ہوگیا اور اُس کے بجائے اُس کا جانشین قطب الدین مبارک شاہ (۷۱۶ھ / ۱۳۱۶ء ، ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء) برسرحکومت ہوا۔ اس نے بذات خود دیوگیری میں آکر یہاں کی بغاوت فرو کی اور یہاں سے خسرو خاں کو فوج کثیر دے کر معبر کی جانب روانہ کیا۔ خسرو خاں تلنگانہ سے ہوتا ہوا معبر پہنچا اور قریباً ایک سال وہاں مقیم رہ کر سارے ملک کو فتح کرلیا۔ اسی زمانہ میں اس نے ارادہ کیا کہ بغاوت کرکے معبر میں خود بادشاہ بن بیٹھے۔ مگر ملک تلبغہ حاکم گوا، ملک تیمور حاکم چندیری، ملک گل وغیرہ امرا جو اُس کے ساتھ تھے، یہ راز سمجھ گئے۔ خسرو خاں جب مجبور ہوگیا تو اپنے ارادے سے باز آکر دہلی چلا آیا اور انتظام کے لئے اس ملک میں بہت سے شاہی امرا چھوڑ دیئے۔ اس فتح کے بعد سلاطین دہلی کی طرف سے معبر میں حکام مقرر ہوکر آنے لگے۔ لیکن افسوس ہے کہ قطب الدین کے زمانہ سے معبر کی بغاوت تک اس ملک میں کس قدر حکام دہلی سے آئے ان کا حال کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔[2]

قطب الدین مبارک شاہ کی وفات کے چار سال بعد محمد تغلق (۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء ، ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء) دہلی میں تخت نشیں ہوا۔ محمد تغلق ایک عجیب وغریب اور نادرۂ روزگار آدمی تھا۔ اس میں متضاد صفات جمع تھے اور اس کی ہر بات فوق العادت تھی۔ وہ بڑا فیاض اور حاتم دل تھا، خصوصاً اہل ہنر کی بڑی قدر کرتا تھا اس نے مریضوں کے لئے شفاخانے، بیواؤں اور یتیموں کے لئے خیرات خانے کھولے تھے۔ اس کو بہت سے علوم میں دستگاہ حاصل تھی منطق، ہیئت، ریاضیات اور فلسفۂ یونان

---

1. تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۱۲۰
2. تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۲۶

میں مہارت رکھتا تھا۔ فرائض مذہبی کا بھی سختی سے پابند تھا۔ بایں ہمہ اس کے دل میں نام کو رحم نہ تھا۔ بندگان خدا کا خون بہانا اُس کے نزدیک ایک معمولی بات تھی۔ جب کبھی اس طرف متوجہ ہوتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انسانی نسل کو دنیا سے نیست و نابود[لہ] کر دے گا۔

ایک دفعہ مغلوں نے ہندوستان پر حملہ کیا تو محمد تغلق نے ان سے لڑائی نہیں کی بلکہ بے شمار دولت دے کر واپس کر دیا۔ اس کے بعد اُس نے ایران کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اس کی تکمیل کے لئے تین لاکھ ستر ہزار کی فوج تیار کی لیکن جب ان لوگوں کو تنخواہ نہیں ملی تو اُنھوں نے ملک میں لوٹ مار مچا دی پھر اس نے چین پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا اور ایک لاکھ سپاہی ہمالیہ کی طرف بھیج دیئے جہاں سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ ان بے جا مصارف سے جب خزانہ خالی ہو گیا تو بادشاہ کو دولت جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا اور اس غرض سے ایک کم قیمت پیتل کا سکّہ بنا کر سونے کی قیمت پر چلانا چاہا مگر جب اس کو رواج نہ ہو سکا تو اس نے رعایا پر بھاری بھاری محصول لگا دیئے جس کی وجہ سے زراعت برباد ہو گئی۔ کاشتکاروں نے کاروبار چھوڑ دیا۔ رعایا بھوکوں مرنے لگی۔

ہمالیہ سے راس کماری تک تمام ہندوستان محمد تغلق کے قبضہ میں تھا[لہ]۔ ۷۳۴ھ / ۱۳۳۳ء میں بادشاہ نے غیاث الدین پر چڑھائی کر کے بنگالہ فتح کر لیا۔ ۷۳۴ھ / ۱۳۳۳ء اور ۷۳۶ھ / ۱۳۳۶ء میں ورنگل دوار سمندر

---

لہ Thomas's Chronicles, p.203

حسب ذیل ممالک محمد تغلق کے مقبوضات میں شامل تھے:-

(۱) ہندوستان — (۲) گجرات

(۳) مالوہ — (۴) مرہٹ (دیوگیر)

(۵) تلنگ — (۶) کنپلہ

(۷) دھور سمندر — (۸) معبر و ملیبار

(۹) لکھنوتی — (۱۰) سانگانو

(۱۱) سنار گانو — (۱۲) ترہٹ

کمپلیہ وغیرہ مقامات مکرر مفتوح ہو گئے۔ ۷۴۷ھ ۱۳۴۷ء میں گجرات تسخیر ہو گیا لیکن یہ فتوحات حقیقت میں فتوحات نہیں تھے کیوں کہ بادشاہ جب ایک ملک کو فتح کرتا تو دوسرے میں بغاوت ہو جاتی تھی۔ فتنہ و فساد کا سلسلہ اس کی وفات تک برابر جاری رہا اور اس عرصہ میں سلطنت دہلی کے اکثر صوبے باغی اور خود مختار ہو گئے۔

محمد تغلق کے عہد میں نربدا کے نیچے تین نئی سلطنتیں قائم ہوئیں۔ ان میں ایک سلطنت ہندوؤں کی اور دو مسلمانوں کی تھیں۔ ۷۲۷ھ ۱۳۲۶ء میں جب کمپلیہ فتح ہو گیا تو محمد تغلق نے ملک نائب کو وہاں کا حاکم مقرر کیا لیکن اس سے جب انتظام نہ ہو سکا تو بادشاہ نے ملک پھر ہندوؤں کے حوالہ کر دیا اور ہری ہر کو راجہ اور اس کے بھائی بکا کو وزیر مقرر کیا۔ ہری ہر اور بکا ورنگل کے رہنے والے تھے۔ ۷۲۳ھ ۱۳۲۳ء میں جب ورنگل تباہ ہو گیا تو دونوں بھائی بھاگ کر اناگندی میں چلے آئے جس کا نام فرشتہ نے کمپلیہ لکھا ہے۔ اور یہاں انھوں نے نوکری کر لی۔ ترقی کرتے کرتے ایک بھائی وزیر اور دوسرا خزانچی ہو گیا۔ ہری ہر جب راجہ مقرر ہوا تو اس نے اپنے مذہبی پیشوا مادھوا چاری کی امداد سے جس کا لقب ودیارانیا یعنی علم کا جنگل تھا، دریائے تنگبھدرا کے نیچے ایک نئے شہر کو آباد کر کے اسے اپنا مستقر حکومت بنایا اور اس کا نام ودیا نگر رکھا جو کثرت استعمال سے بیجانگر ہو گیا۔ ہری ہر کے بعد اس کا بھائی بکا تخت نشین ہوا جس نے ۲۰ سال حکومت کی اس کے بعد اس کا بیٹا پریور دیو برسر حکومت ہوا جس کا لقب ہری ہر دوم ہے۔[1]

سلطنت بیجانگر کو برق و باد کی طرح نشو و نما ہوتا گیا۔ ابن بطوطہ جس نے ۷۳۴ھ ۱۳۳۳ء سے ۷۴۴ھ ۱۳۴۳ء تک ہندوستان میں سیاحت کی ہے بیان کرتا ہے کہ ہند کے مغربی ساحل کا ایک رئیس سید جمال الدین ہری ہر کا باج گزار تھا۔[2] اس کے ایک سو سال بعد ایران کے بادشاہ ابو سعید مرزا کا سفیر عبدالرزاق بیجانگر میں آیا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ بیجانگر کی سلطنت میں جنوبی ہندوستان کا

---

[1] Sewell's Vijayanagar

[2] ابن بطوطہ جلد دوم

تمام ملک شامل ہی، اس کی وسعت ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک پھیلی ہوئی ہی اور سیلون سے گلبرگہ تک تمام ملک پر اس کا قبضہ ہی[۱]۔ اس زمانہ میں مسلمان خانہ جنگیوں میں مصروف تھے جس کی وجہ سے ہری ہر اور اس کے جانشینوں کو توسیع ملک کا خوب موقع مل گیا اور کنپلیہ کی چھوٹی سی سلطنت آن واحد میں حیرت انگیز ترقی کر کے بیجانگر کی عظیم الشان سلطنت بن گئی۔

جس زمانہ میں بیجانگر آباد ہوا ہی قریب قریب اسی زمانہ میں سید حسن نے بغاوت کر کے معبر میں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس کے قریباً آٹھ سال بعد دولت آباد میں بغاوت ہوئی محمد تغلق نے اگرچہ دو سال تک امرائے دکن سے مقابلہ کیا۔ لیکن اُن کا استیصال نہ کر سکا۔ بالآخر ۷۴۶ھ ۱۳۴۵ء میں بمقام گلبرگہ علاء الدین حسن، بادشاہ بن بیٹھا اور اس سے ایک نئے خاندان بہمنیہ کی بنیاد پڑی جنھوں نے ایک سو چالیس سال تک دکن کے شمالی علاقہ میں سلطنت کی۔

## (۴)
# معبر میں مسلمانوں کی سلطنت

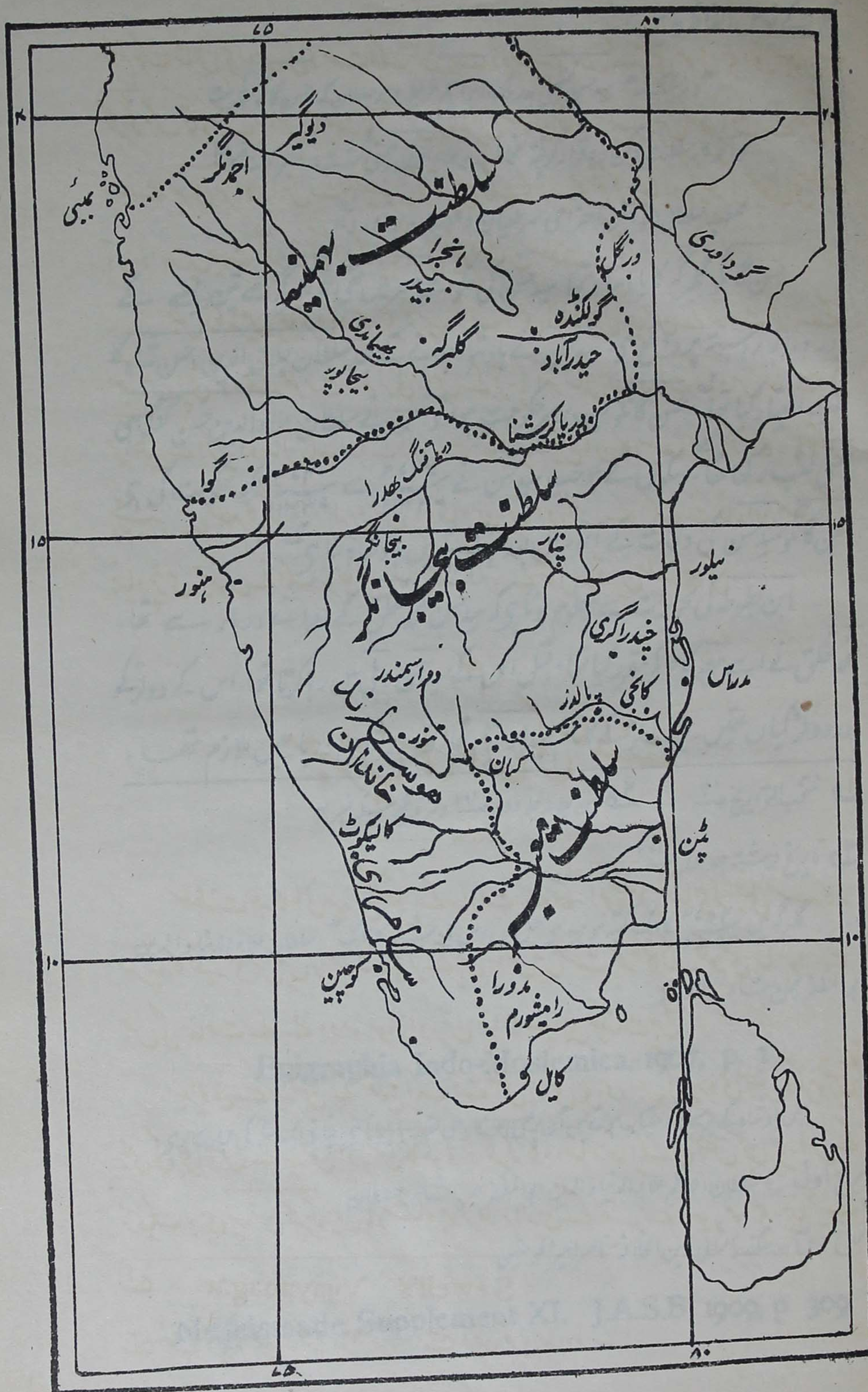
سلطنت معبر کا بانی سید حسن کیتھلی کے سادات سے تھا[۲]۔ ابو الفضل لکھتا ہی کہ کیتھلی سرکار سرہند کا قصبہ ہی جس میں راجپوت رہا کرتے ہیں۔ اس میں خشت پختہ کا ایک قلعہ بھی بنا ہوا ہے جس کی حفاظت کے لئے دو سو سوار اور تین ہزار سپاہی تعینات ہیں[۳]۔

بدایونی سے سید حسن کے متعلق ایک سخت غلطی ہو گئی ہی اور اس کی پیروی بعض دیگر مورخین نے بھی کی ہی۔ اس نے سید حسن اور حسن گانگو کو جو گلبرگہ کا بادشاہ تھا ایک ہی شخص سمجھا ہی۔ اس کے نزدیک یہ ہی سید حسن گلبرگہ میں بادشاہ ہو کر علاء الدین کے لقب سے مشہور ہوا ہی۔ چنانچہ

---

۱؎ Sewell's Vijayanagar

۲؎ منتخب التواریخ طبع لکھنؤ صنہ ۲۶۶ ۳؎ آئین اکبری جلد دوم صہ ۱۶۱



٧٥
٨٠
٢٠
١٥
١٠
دیوگیر
احمدنگر
بمبئی
سلطنت بہمنیہ
بیدر
گلبرگہ
بیجاپور
گوداوری
ورنگل
گولکنڈہ
حیدرآباد
دریاے کرشنا
گوا
تنگ بھدرا
سلطنت بیجانگر
بیجانگر
ہنور
نیلور
مدراس
کانچی
دوارسمندر
کالیکٹ
کوچین
مدورا
رامیشورم
کایل
پٹن

اُس کے خاص الفاظ یہ ہیں :-

"در ۷۴۲ھ سید حسن کیتھلی پدر ملک ابراہیم خریطہ دار سلطان کہ بہ حسن گانگو مشہور ست وآخر کار سلطنت دکن برو قرار گرفتہ مخاطب بہ علاء الدین بہمنی گشتہ در معبر بحبت ضوابط صعب سلطانی وقوانین اختراعی سر طغیان وعصیان بر آورد[۱]"

حسن گانگو گلبرگہ کا بادشاہ تھا۔ سید حسن کی حکومت معبر میں تھی جو گلبرگہ سے تین مہینے کے دور دراز راستہ پر واقع ہے۔ سید حسن نے بادشاہ ہونے کے بعد سلطان جلال الدین احسن شاہ کا لقب اختیار کیا تھا[۲]۔ حسن گانگو جب برسر حکومت ہوا تو اُس نے سلطان علاء الدین حسن گنگوہی بہمنی لقب رکھا تھا[۳]۔ سکّوں کے بموجب سید حسن نے ۷۳۷ھ/۱۳۳۶ء سے ۷۴۰ھ/۱۳۳۹ء تک حکومت کی ہے حسن گانگو سید حسن کی وفات کے آٹھ سال بعد ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء میں بادشاہ بنا ہے[۴]۔

ابن بطوطہ کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ سید حسن محمد تغلق کے امرائے دربار سے تھا۔ محمد تغلق نے اسے معبر کا حاکم مقرر کیا تھا، قبل اس کے سید حسن دہلی میں رہا کرتا تھا۔ اس کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ بڑے لڑکے کا نام سید ابراہیم تھا۔ وہ بادشاہی دربار میں ملازم تھا۔

---

۱ منتخب التواریخ صـ ۶ ۲ ابن بطوطہ جلد دوم صـ ۱۶۱ و نیز دیکھو سکّہ نمبر ۴

۳ تاریخ فرشتہ جلد اول صـ ۲۷۷

۴ گلبرگہ میں ۷۵۴ھ/۱۳۵۳ء کا ایک کتبہ موجود ہے جس میں اس بادشاہ کا لقب "سلطان علاء الدنیا والدین ابو المظفر بہمن شاہ" کندہ ہے۔

**Epigraphia Indo-Moslemica, 1907, p. 1**

اس بادشاہ کے جو سکّے دستیاب ہوئے ہیں اُن پر بھی اس کا یہی لقب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک سکّہ کی عبارت یہ ہے:

رخ اول ۔ السلطان الاعظم علاء الدنیا والدین ابو المظفر بہمن شاہ السلطان

رخ دوم ۔ سکندر الثانی یمین الخلافہ ناصر امیر المومنین

**Numismatie Supplement XI. J.A.S.B, 1909, p 309**

خریطہ دار کی خدمت اس کے تفویض تھی۔ بادشاہ کے کاغذات اس کے پاس رہا کرتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد بادشاہ نے ہانسی اور سرسہ کا حاکم بنا دیا تھا۔ سید حسن کی بغاوت کے بعد سید ابراہیم نے بھی اپنے علاقہ میں بغاوت کرنا چاہی لیکن جب اُس کے ارادہ سے بادشاہ کو اطلاع ہو گئی تو بادشاہ نے اُسے قتل کرا دیا[۱]۔ سید حسن کی بڑی لڑکی جس کا نام حور نسب تھا مشہور سیاح ابن بطوطہ سے منسوب تھی۔ دھلی میں اس کا نکاح ہوا تھا۔ وہ نہایت نیک بخت بی بی تھی، رات کو تہجد پڑھتی تھی پڑھنا بھی جانتی تھی لیکن لکھنا نہیں آتا تھا۔ دوسری لڑکی معبر کے بادشاہ سلطان غیاث الدین دامغان شاہ سے منسوب تھی اور سید حسن کی وفات کے بعد معبر میں اس کا نکاح ہوا تھا[۲]۔

سید حسن کی بغاوت اور خود مختار ہونے کا حال مورخ فرشتہ نے اس طرح تحریر کیا ہے:

"بہرام خاں کی وفات کے بعد ملک فخر الدین نے بنگالہ میں بغاوت کی قدر خاں کو قتل کر کے لکھنوتی کے خزانہ کو لے لیا اور لکھنوتی، سنارگانو و ساتگام وغیرہ مقامات پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت بادشاہ قنوج میں قتل و غارت کر رہا تھا۔ اسی دوران میں معبر سے خبر آئی کہ سید حسن پدر سید ابراہیم خریطہ دار نے وہاں خودسری اختیار کی ہے اور بادشاہی عمال و امرا کو مار کر ملک پر قبضہ کر لیا ہے۔ بادشاہ فخر الدین کو اسی حال میں چھوڑ کر قنوج سے دہلی چلا آیا اور یہاں سید ابراہیم اور سید حسن کے قرابت داروں کو قید کر کے لشکر کی تیاری میں مصروف ہوا۔

۷۴۲ھ ۱۳۴۱ء میں بادشاہ لشکر لے کر معبر کی جانب روانہ ہوا جب دیوگیری میں پہنچا تو وہاں کے عمال سے بڑی بڑی رقمیں طلب کیں اور اس علاقہ کا خراج بھی بھاری مقرر کیا اور اس کے وصول کرنے پر سخت گیر آدمی تعینات کئے۔ جس کے سبب سے بہت سے آدمیوں نے جان دیدی اس کے بعد خواجہ جہاں کو نائب بنا کر دھلی روانہ کیا اور خود تلنگانہ کی راہ سے معبر کی جانب کوچ کرنے لگا۔ جب ورنگل میں پہنچا تو لشکر میں وبا شروع ہوئی۔ کثرت سے

---

[۱] ابن بطوطہ صفحہ ۱۶۸ [۲] ابن بطوطہ صفحہ ۳۵۶

آدمی مریض ہوگئے۔ چند بڑے بڑے سردار مرگئے۔ خود بادشاہ بھی بیمار ہوگیا۔ جس کے سبب سے بادشاہ نے معبر جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ ملک نائب اور عماد الملک وزیر کو تلنگانہ میں چھوڑکر خود دولت آباد کو واپس چلا آیا۔[۵۱]''

ابن بطوطہ نے بھی اس بغاوت کے وہی حالات لکھے ہیں جو فرشتہ کی تحریر میں مذکور ہیں لیکن ان میں صرف اس قدر اختلاف ہے کہ ابن بطوطہ نے ورنگل کے بجائے بمقام بیدر لشکر میں وبا پھیلنا لکھا ہے اور اسی جگہ سے بادشاہ کا واپس ہونا بیان کرتا ہے۔[۵۲]

محمدؐ تغلق کے حالات میں مورّخ ضیاءالدین برنی کی تاریخ سب سے زیادہ معتبر مانی جاتی ہے کیوں کہ یہ شخص محمدؐ تغلق کے ندیمان خاص سے تھا اور اس نے اپنی تاریخ بادشاہ کی وفات کے تھوڑے ہی مدّت بعد لکھی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس نے کسی واقعہ کا سنہ نہیں لکھا ہے۔ اس لئے سید حسن کے خود مختار ہونے کا زمانہ کسی ہم عصر مورّخ کی تحریر سے معین کرنا محال ہے۔ مورخ فرشتہ اور بدایونی نے اس واقعہ کا ۷۴۲ھ ۱۳۴۱ء میں سرزد ہونا لکھا ہے۔ لیکن[۵۳] بظاہر یہ تاریخ غلط معلوم ہوتی ہے اور بعض بیرونی شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ۷۳۷ھ ۱۳۳۶ء سے پہلے سید حسن خود مختار ہوگیا تھا۔

(۱) سید حسن کے بہت سے سکّے دستیاب ہوئے ہیں جن پر ۷۳۸ھ مسکوک ہے اور یہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ ۷۳۸ھ میں سید حسن خود مختارانہ حکومت کررہا تھا۔

(۲) فرشتہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں ملک فخر الدین نے بنگالہ میں بغاوت کی ہے اس زمانہ میں سید حسن نے معبر میں اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا ہے۔ مسٹر ایڈورڈ ٹامس نے اپنی تاریخ میں فخر الدین کے ایک ایسے سکہ کا ذکر کیا ہے جس پر ۷۳۷ھ ۱۳۳۶ء مسکوک ہے اور اس کی عبارت حسب ذیل ہے۔[۵۴]

---

۵۱ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۳۷ ۵۲ ابن بطوطہ صفحہ ۱۶۱ و ۱۶۲ ۵۳ تاریخ فرشتہ صفحہ ۱۳۷ و منتخب التواریخ صفحہ ۶۰

۵۴ Thomas's Chronicles, p. 263

السلطان الاعظم
فخر الدنیا والدین
ابو المظفر مبارک شاہ
السلطان

یمین الخلیفہ
ناصر امیر
المومنین
ضرب ہذہ السکۃ بحضرت جلال
سنارگانو سنہ سبع و ثلثین
و سبع مائۃ

اس سکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فخرالدین ۷۳۷ھ / ۱۳۳۶ء میں باغی ہو کر خود مختار ہو گیا تھا۔ پس یہ ہی زمانہ سید حسن کی بغاوت اور خودسری کا قرار پاتا ہے۔

(۳) مورخ فرشتہ بیان کرتا ہے کہ محمد تغلق جب معبر کی مہم سے دہلی میں واپس آیا تو ہندوستان میں سخت قحط تھا۔ اس لئے بادشاہ دریائے گنگا کے کنارے ایک عارضی کیمپ قائم کر کے سکونت پذیر ہوا اور اس کا نام سرگ دواری رکھا[۱]۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ بادشاہ اڈھائی سال سرگ دواری میں مقیم رہا۔ اس کے بعد دہلی چلا آیا[۲]۔ بدایونی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ تین سال تک بادشاہ کا قیام رہا[۳]۔ ضیائے برنی نے لکھا ہے کہ بادشاہ جب سرگ دواری سے دہلی آیا تو اپنے نام کے بجائے خلیفہ کے نام سے سکے مضروب کرائے[۴]۔ ایڈورڈ ٹامس نے اپنی تاریخ میں سلطان محمد تغلق کے ایک ایسے سکہ کا ذکر کیا ہے جس پر خلیفہ کا نام اور ۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء مسکوک ہے[۵]۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہ ۷۳۸ھ / ۱۳۳۷ء - ۷۳۹ھ / ۱۳۳۸ء اور ۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء میں سرگ دواری

---

[۱] تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۳۳۹ [۲] ابن بطوطہ ج ۲ ص ۱۳۸ [۳] منتخب التواریخ ص ۶۰ [۴] تاریخ فیروزشاہی ص ۴۹۲

[۵] Thomas's Chronicles p. 259

اس سکہ پر ذیل کی عبارت منقوش ہے:

فی زمان الامام المستکفی
باللہ امیر المومنین ابو الربیع
سلیمان خلد اللہ خلافتہ

ضرب ہذہ الدینار
الخلیفتی الدھلی فی شہور
سنہ احدی و اربعین و سبع مائۃ

میں مقیم رہا اور وہاں سے ۷۴۱ھ ۱۳۴۰ء میں دہلی واپس آیا۔ پس اس بنیاد پر سید حسن کا معبر میں بغاوت کرنا اور بادشاہ کا اس کی مدافعت کے لئے تلنگانہ تک جانا وغیرہ واقعات ۷۳۸ھ ۱۳۳۷ء سے پہلے سرزد ہونا چاہیئے۔

سید حسن کے خود مختار ہونے کے بعد معبر میں کیا واقعات گزرے اور مسلمانوں کی یہ سلطنت کب تک قائم رہی۔ ان باتوں کو ہندوستان کے کسی مورخ نے بیان نہیں کیا ہے۔ اگر ابن بطوطہ یہ حالات نہ لکھتا اور زمانہ حال کے بعض محققینِ آثار قدیمہ ان بادشاہوں کے سکّے فراہم نہ کرتے تو تاریخ ہند کا یہ حصہ دنیا سے معدوم ہو گیا تھا۔

ابن بطوطہ بیان کرتا ہے کہ سید حسن باغی ہونے کے بعد پانچ سال تک بالا ستقلال برسرِ حکومت رہا۔ اس کے بعد امرا نے اُسے قتل کر ڈالا اور اُس کے ایک امیر علاء الدین ادوجی کو تخت پر بٹھایا اس نے حکمراں ہونے کے بعد کسی ہندو راجہ پر حملہ کیا۔ اور بہت سا مال و دولت لے کر اپنے دارالحکومت کو واپس آیا۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد اُس نے پھر اسی ہندو راجہ پر چڑھائی کی۔ بادشاہ کو اثنائے جنگ میں ایک تیر آ کر لگا جس کے صدمہ سے فوراً مر گیا۔[ا]

علاء الدین کے بعد اُس کا داماد قطب الدین برسرِ حکومت ہوا۔ لیکن وہ اچھے خصائل کا آدمی نہ تھا۔ اس لئے چالیس دن کے بعد امرا نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد سراج الدین دامغانی تخت نشین ہوا۔ یہ شخص ملک مجیر الدین بن ابی راجا کے سواروں میں نوکر تھا۔ پھر سید حسن کے بیٹے امیر حاجی کا ملازم ہو کر اُس کے ہمراہ دہلی سے معبر میں آیا اور جب بادشاہ ہوا تو اُس نے اپنا لقب سلطان غیاث الدین اختیار کیا اور سید حسن کی بیٹی سے اپنا نکاح کر لیا۔

کرناٹک کے اُس علاقہ میں جہاں اس وقت میسور کی ریاست واقع ہے، قدیم زمانہ میں ہوسیالا خاندان حکمران تھا اور دوارسمندر ان کا دارالحکومت تھا۔

---

ا Haig's Historic Landmarks of the Deccan, p. 167.

۶۹۲ھ / ۱۲۹۲ء میں اس خاندان کا ایک راجہ ویرا بلال دیو سوم برسرِ حکومت ہوا[1]۔ اس ۷۱۰ھ / ۱۳۱۰ء میں ملک کافور نے جب دوار سمندر کو فتح کرلیا تو اُس نے تونڑ میں آکر اُسے اپنا مستقر قرار دیا[2]۔ اور یہاں ۷۴۳ھ / ۱۳۴۲ء تک حکومت کرتا رہا[3]۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ یہ عظیم الشان راجہ تھا۔ اس کے یہاں ایک لاکھ فوج تھی۔ اس کے علاوہ بیس ہزار مسلمان بھی نوکر تھے۔ جن میں اکثر چور، ڈاکو اور بھاگے ہوئے غلام تھے[4]۔

بلال دیو نے سلطان غیاث الدین کے زمانہ میں معبر پر حملہ کیا۔ اس وقت بادشاہ کے پاس چھ ہزار کا لشکر تھا۔ جس میں آدھے آدمی ناکارہ اور بے سروسامان تھے۔ کیان کے قریب طرفین میں مقابلہ ہوا۔ مسلمان شکست پاکر مدورا کو واپس ہوگئے۔ راجہ نے کیان کا محاصرہ کیا۔ اہل شہر دس مہینے تک محصور رہے۔ جب ان کے پاس چودہ یوم کی خوراک رہ گئی تو اُنھوں نے غیاث الدین کو اپنی تباہی کا حال لکھا۔ بادشاہ اپنے تین ہزار سپاہی لے کر مدورا سے روانہ ہوا۔ شام کے وقت مسلمان راجہ پر حملہ آور ہوئے۔ ہندو اُن کو چور سمجھکر بغیر کسی تیاری کے لڑائی پر کھڑے ہوگئے۔ مسلمانوں نے دل توڑ کر مقابلہ کیا جس کی وجہ سے ہندوؤں کے لشکر میں پریشانی پھیل گئی۔ اسی اثناء میں راجہ گرفتار ہوگیا۔ بادشاہ نے اس کی بے حد تعظیم وتکریم کی اور اسے رہا کرنے کا وعدہ کرکے بہت سامان اور ہاتھی، گھوڑے خراج میں لے لئے اور جب اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہا تو اُسے قتل کرڈالا اور اس کی کھال میں بھوسا بھروا کر مدورا کی فصیل پر لٹکا دیا[5]۔

---

ف۱ Haig's Historic Landmarks of the Deccan p. 167.

ف۲ Sewell's Forgotten Empire, p. 17.

ف۳ Suryanarain Rao's History of Vijayanagar Appendix XI

ف۴ ابن بطوطہ ج دوم ص۳۵۸

ف۵ ابن بطوطہ صفحہ ۳۵۸ و ۳۵۹

اس واقعہ کے ایک سال بعد مدورا میں وبائی بخار شروع ہوا جس سے ہزاروں آدمی مر گئے۔ اس مرض میں مبتلا ہو کر بادشاہ بھی فوت ہو گیا۔[1]

غیاث الدین کے بعد اس کا بھتیجا ناصر الدین تخت نشین ہوا۔ اس کو غیاث الدین نے اپنے انتقال سے پہلے ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ یہ شخص پہلے دہلی میں محمد تغلق کا ملازم تھا۔ جب اُس کا چچا معبر کا بادشاہ ہو گیا تو فقیروں کا بھیس بدل کر دہلی سے بھاگ آیا۔ ناصر الدین جب بادشاہ ہوا تو شعرا نے اس کی تعریف میں قصیدے لکھے اور بڑے بڑے صلے حاصل کئے سب سے پہلے قاضی صدر الزمان کا قصیدہ پیش ہوا۔ بادشاہ نے اُسے پانسو دینار اور وزیر نے دو ہزار دینار عنایت کئے۔ خطیب نے جب اُس کا نام خطبہ میں لیا تو اس پر سے درہم و دینار نثار کئے گئے۔ ناصر الدین نے سب سے پہلے قدیم وزیر کو معزول کر کے اس کی جگہ ملک بدر الدین کو مامور کیا اور جب اُس کا انتقال ہو گیا تو خواجہ سرور امیر البحر کو وزیر بنایا پھر اپنی پھوپی کے بیٹے کو جس کے ساتھ غیاث الدین کی لڑکی بیاہی ہوئی تھی قتل کرا دیا اور اس کی بیوہ سے آپ نکاح کر لیا۔[2]

مدورا ان بادشاہوں کا دار السلطنت تھا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ یہ بہت بڑا شہر ہے بازار اور کوچے نہایت وسیع ہیں۔ سب سے پہلے سید حسن نے اپنا دار الحکومت بنایا اور دہلی کے نمونہ پر اس کی بنیاد ڈالی اور اُس میں بہت سی اچھی اچھی عمارتیں بنوائیں۔[3]

سلاطین معبر کی عملداری میں مدورا کے بعد پٹن کا درجہ تھا۔ یہ شہر سمندر کے کنارے دریائے کاویری کے دہانہ پر واقع تھا۔ اطراف عالم کے جہاز تجارت کی غرض سے یہاں آیا کرتے تھے۔ شاہانِ معبر کا بحری بیڑہ بھی اسی جگہ رہا کرتا تھا جس کے لئے بندرگاہ کے قریب لکڑی کا ایک عجیب و غریب برج بنایا گیا تھا۔ جب کبھی مخالفین کا خوف ہوتا تو اہل جہاز اُس برج پر چڑھ کر محفوظ ہو جاتے تھے۔ غیاث الدین کے زمانہ میں خواجہ سرور امیر البحر کے عہدہ پر

---

[1] ابن بطوطہ صفحہ ۳۶۱ [2] ابن بطوطہ صفحہ ۳۶۱ [3] ابن بطوطہ صفحہ ۳۶۰

مامور تھا۔ ناصرالدین جب تخت نشین ہوا تو اُس کو اپنا وزیر بنالیا اور یہ خدمت کسی دوسرے کے تفویض کردی۔ ابن بطوطہ کی ترغیب سے غیاث الدین نے جزائر مالدیپ کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا اور اس غرض کے لئے اُس نے کئی جہاز مقرر کئے اور وہاں کی ملکہ کے لئے تحفے، اعیان وامرا کے واسطے خلعتیں تیار کیں، محتاجوں کے لئے تین جہازوں میں صدقہ بھروا دیا۔ لیکن یہ زمانہ مالدیپ کے سفر کا نہ تھا۔ اس لئے یہ مہم تین مہینے کے لئے ملتوی کردی گئی۔ اسی اثناء میں غیاث الدین کا انتقال ہوگیا جس کی وجہ سے اُس کی تکمیل نہ ہوسکی۔[۱]

ابن بطوطہ نے ناصرالدین کے جلوس تک پانچ پادشاہوں کا حال بیان کیا ہے۔ بجالیکہ اُس نے سنین حکومت نہیں بتائے ہیں لیکن اس کے مختلف بیانات کو باہم مقابلہ کرنے سے اور نیز سکّہ جات کی مدد سے ان کا دور حکومت بآسانی معین ہوسکتا ہے:

(۱) سید حسن کے سکّے کی اخیر تاریخ ۷۴۰ھ ہے۔

(۲) علاء الدین کا پہلا سکّہ ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء میں مسکوک ہوا ہے۔

(۳) سید حسن خود مختار ہونے کے بعد پانچ سال حکمراں رہا۔[۲]

(۴) قطب الدین کے سکہ پر ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء مسکوک ہے۔

(۵) قطب الدین چالیس یوم حکومت کرنے کے بعد قتل کیا گیا اور اس کی جگہ غیاث الدین بادشاہ مقرر ہوا۔[۳]

(۶) ابن بطوطہ جزائر مالدیپ سے نکل کر ۷۴۵ھ ۱۳۴۴ء میں معبر آیا۔[۴] اس کے سامنے غیاث الدین نے انتقال کیا اور اس کی جگہ ناصرالدین بادشاہ بنایا گیا۔ مذکورۂ بالا تاریخوں کی روسے ان بادشاہوں کا حسب ذیل زمانہ قرار پاتا ہے۔

---

[۱] ابن بطوطہ صفحہ ۳۵۶ [۲] ابن بطوطہ صفحہ ۳۵۵ [۳] ابن بطوطہ صفحہ ۳۵۶

[۴] ابن بطوطہ صفحہ ۳۲۹

(١) جلال الدین احسن شاہ — سنہ ٧٣٥ھ / ١٣٣٤ء — سنہ ٧٤٠ھ / ١٣٣٩ء

(٢) علاء الدین اُدوحی شاہ — سنہ ٧٤٠ھ / ١٣٣٩ء

(٣) قطب الدین فیروز شاہ — سنہ ٧٤٠ھ / ١٣٣٩ء

(٤) غیاث الدین دامغان شاہ — سنہ ٧٤١ھ / ١٣٤٠ء — سنہ ٧٤٥ھ / ١٣٤٤ء

(٥) ناصر الدین محمود شاہ — سنہ ٧٤٥ھ / ١٣٤٤ء

ناصر الدین کے بعد سکّوں کی مدد سے تین نام اور دستیاب ہوئے ہیں مگر اُن کی صحت پر کامل بھروسا نہیں ہے اور نہ اُن کا زمانۂ حکومت صحیح طور پر تحقیق ہوا ہے۔ ناموں کے مقابل وہ سنین درج ہیں جو سکّوں پر پائے گئے ہیں مگر ان میں چوں کہ سلسلہ نہیں ہے اس لئے احتمال ہوتا ہے کہ اس فہرست میں بعض نام جن کے سکّے ابھی تک دستیاب نہیں ہوئے ہیں چھوٹ گئے ہیں۔

(٦) عادل شاہ — سنہ ٧٥٩ھ / ١٣٥٦ء

(٧) مبارک شاہ شاہجہانی — سنہ ٧٦١ھ / ١٣٥٩ء — سنہ ٧٧٠ھ / ١٣٦٨ء

(٨) علاء الدین سکندر شاہ — سنہ ٧٧٤ھ / ١٣٧٢ء — سنہ ٧٧٩ھ / ١٣٧٧ء

سلطنت معبر کی تباہی کا حال کسی تاریخ میں نہیں ملتا ہے۔ تاہم بہت سی بیرونی شہادتیں ایسی موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سلطنت چودھویں صدی کے اخیر ایام میں تباہ ہوئی ہے اور ملک کو راجگانِ بیجانگر نے فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا تھا۔

١ ـ ترچناپلی کے ایک مندر پر بیجانگر کے تیسرے راجہ ہری ہر دوم کے نام کا ایک کتبہ کندہ ہے[١]۔ ہری ہر دوم کے زمانۂ حکومت میں مورخین کا اختلاف ہے۔ لیکن اس وقت تک اس راجہ کے جو کتبہ جات دستیاب ہوئے ہیں اُن کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ٧٨١ھ / ١٣٧٩ء سے سنہ ٨٠٢ھ / ١٣٩٩ء تک اس نے حکمرانی کی ہے[٢]۔ اس کتبہ سے ظاہر ہے کہ سنہ ٨٠٢ھ / ١٣٩٩ء سے پہلے دریائے کاویری کے نیچے تک راجگانِ

---

[١] Epigraphia Indica Vol. III pp. 115—116

[٢] Epigraphia Indica Vol. iii p. 119

بیجانگر کی عملداری تھی اور راجہ ہری ہر دوم نے معبر کو فتح کرلیا تھا۔ اگر اس وقت تک معبر پر ہندوؤں کا کامل قبضہ نہیں ہوا تھا تو یہ یقینی بات ہے کہ ہندوؤں نے سلاطین معبر سے ان کے شمالی علاقے ضرور لے لئے تھے۔

۲- ایک پرتگالی سیاح فرناؤ نیونز (**Fernao Nuniz**) بیجانگر کے چوتھے راجہ بکارائے دوم کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ اس راجہ نے مسلمانوں سے بہت سی لڑائیاں کیں اور ان سے دابل، چول اور کارومنڈل کے تمام ملک کو فتح کرلیا یہ وہی ملک تھا جہاں کے سردار نے بہت عرصہ پہلے محمد تغلق کے زمانہ میں بغاوت کی تھی[1] بکارائے کے بعد اس کا بھائی دیورائے اول تخت نشین ہوا ہے۔ ڈاکٹر ریس (RICE) نے ہاسن کے ایک کتبہ کا ذکر کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ دیورائے اول ۸۰۹ھ/۱۴۰۶ء میں برسر حکومت ہوا ہے[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸۰۹ھ/۱۴۰۶ء سے پہلے بکارائے نے کارومنڈل کا ملک فتح کرلیا تھا۔

۳- مدورا کے اطراف میں دیورائے دوم کے بہت سے کتبے پائے جاتے ہیں۔ من جملہ ان کے ایک کتبہ پیراملی میں ہے جس کی تاریخ ۸۳۲ھ/۱۴۲۸ء ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ۸۳۲ھ/۱۴۲۸ء سے پہلے مدورا اور اس کے اطراف کا علاقہ بیجانگر کی سلطنت میں شامل ہوگیا تھا۔

پندرھویں صدی کے اخیر ایام میں بیجانگر کے ایک ماتحت سردار نے مدورا میں ایک چھوٹی سی ریاست کا سنگ بنیاد رکھا جس پر سات مختلف سردار حکمران رہے اور آٹھویں فرمان روا وشیوناتھ نے موروثی خاندان کی بنیاد ڈالی جس کے افراد تاریخ میں مدورا کے نایک مشہور رہیں۔ اس خاندان میں سب سے پہلے متوکرشنیا نے خود مختار ہوکر شاہی القاب اختیار کئے تھے۔ اس کا لڑکا متو ویرپا بڑا زبردست نایک ہوا ہے۔ بہت سے راجہ اس کے ماتحت تھے۔ ایک دفعہ تنجور کے نایک سے اس کی لڑائی ہوئی تھی۔ جس میں طرفین کے

---

ف۱ Chronicle of Fernao Nuniz p. 301

ف۲ Mysore Inscriptions p. 279 No. 150

دس لاکھ آدمی برسرِ پیکار تھے۔ پرتگالی مصنف براداس (Barradas) بیان کرتا ہے کہ یہ نایک بیجانگر کے راجہ کو سالانہ چھ لاکھ پگوڈا خراج دیا کرتا تھا۔ یہ خاندان سترہویں صدی تک مدورا میں حکمراں تھا۔ ارکاٹ کے نواب نے ان کو بے دخل کر کے ملک پر قبضہ کر لیا[1]۔

سلاطین معبر نے ۷۳۵ھ/۱۳۳۴ء سے ۷۷۹ھ/۱۳۷۷ء تک تقریباً چوالیس سال مدورا میں حکومت کی ہے۔ اس سے پہلے یہ شہر خاندان پانڈیا کا دارالسلطنت تھا اور مسلمانوں کی تسخیر سے کچھ عرصہ پہلے اس خاندان کے راجہ سندر پانڈیا کی حکومت تھی۔ اس کا لقب جتر من تھا۔ مشرقی ساحل کے تمام حصے راس کماری سے نیلور تک اس کے قبضہ میں تھے[2]۔ اس کے عہد میں بہت سے مسلمان عرب و عراق سے آکر پانڈیا عملداری میں آباد ہو گئے تھے۔ اور راجہ نے انھیں سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا تھا۔ ان میں محمد طیبی کے دو فرزند جمال الدین ابراہیم اور تقی الدین عبدالرحمٰن امیرالامرا کے درجے تک پہنچ گئے تھے۔ آخرالذکر نے تھوڑے ہی عرصہ میں وزیر اعظم اور نائب السلطنت کے عہدہ تک ترقی کر لی تھی۔ پتن، مونگی پتن اور کائل راجہ نے اس کو بطور جاگیر کے عطا کئے تھے۔ ان دونوں بھائیوں کو بلاد اسلام میں خوب شہرت ہو گئی تھی اور عرب و عراق کے مسلمان ان کو ملک الاسلام اور ملک الاعظم کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے[3]۔

۶۹۲ھ/۱۲۹۲ء میں راجہ سندر پانڈیا کا انتقال ہو گیا تو اس کا بھائی کلس دیو برسرِ حکومت ہوا اس کے دو فرزند تھے۔ ایک سندر پانڈیا، دوسرا ویرا پانڈیا، کلس دیو نے چھوٹے لڑکے ویرا پانڈیا کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ سندر پانڈیا نے اس امر سے ناخوش ہو کر ۷۰۹ھ میں اپنے باپ کو مار ڈالا اور لشکر و خزانہ ساتھ لے کر منگور کی جانب چلا گیا۔ ویرا پانڈیا نے اس کا

---

[1] مدورا کے نایکوں کا مفصل تذکرہ کتاب ذیل میں تحریر ہے
Nelson's Madura Country.

[2] Indian Antiquary, 1911, p. 137—138.

[3] تاریخ وصاف طبع بمبئی جلد سوم صفحہ ۳۰۲ و صفحہ ۳۰۳

تعاقب کیا۔ دونوں بھائیوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ سندر نے شکست پائی اور میدان جنگ سے فرار ہو کر سلطان علاء الدین خلجی کے لشکر میں پناہ لی۔ ملک کافور اس وقت دوار سمندر میں برسرپیکار تھا۔ جب یہ شہر فتح ہو گیا تو سندر کی تحریک سے ملک کافور نے معبر پر حملہ کیا اور ۱۷ ذو القعدہ ۱۰۷ھ ۱۳۱۱ء کو مدورا پر قابض ہو کر ویرا پانڈیا کو سلطنت سے بے دخل کر دیا اور اس کی بجائے سندر پانڈیا کو تخت نشین کر کے خود جنوب کی جانب روانہ ہو گیا[۱]۔

پروفیسر کیلھارن (Kielhorn) نے کتبوں کی مدد سے راجگان پانڈیا کی جو فہرست مرتب کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حکومت ملک کافور کی یورش کے بعد بھی بحیثیت باج گزار حکمرانوں کے محمد تغلق کے عہد تک قائم تھی[۲]۔ اس کی تائید ایک کتبہ سے بھی ہوتی ہے جو پانڈیا خاندان کے راجہ راوی ورمن ملقب بہ کلس دیو سوم کے عہد حکومت میں نزدوی کے ایک مندر پر کندہ کیا گیا ہے۔ اس پر فتح مدورا سے تین سال بعد کی تاریخ یعنی ۷۱۳ھ ۱۳۱۳ء منقوش ہے[۳]۔ اور یہ امر اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ ملک کافور نے یہاں کے حکمراں خاندان کا استیصال نہیں کیا بلکہ اسے باج گزار بنا کر حسب سابق بحال رکھا تھا۔

جنوبی ہند اور خاص کر مدورا اور اس کے اطراف میں گزشتہ تیس سال کے اندر محمد تغلق کے ایسے سکّے بکثرت دستیاب ہوئے ہیں۔ جن کا نقش ان سکّوں سے بالکل مختلف ہے جو شمالی ہند میں ملتے ہیں۔ ان کی نسبت ماہران سکہ جات نے یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ سکے جنوبی ہند

---

[۱] تاریخ وصاف جلد چہارم ص ۵۲۸ ص ۵۳۱ ص ۵۳۳

[۲] Supplement to the Hist: of Inscriptions of Southern India, Epigraphia Indica, Vol. VIII, Appendix II, p. 24.

[۳] Epigraphia Indica, Vol. VIII, p. 8.

میں مضروب ہوئے تھے اور انھیں اس علاقہ کے باج گزار راجاؤں اور صوبہ داروں نے رواج دیا تھا۔ ان سکّوں کا جو ذخیرہ اس وقت تک دستیاب ہوا ہی اُن کے نقوش تین مختلف نوعیت کے ہیں۔ اور ان میں سے صرف ایک نقش ایسا ہی جس کے اکثر سکّوں پر ۷۳۰ھ / ۱۳۲۹ء ۷۳۳ھ / ۱۳۳۲ء اور ۷۳۴ھ / ۱۳۳۳ء مسکوک ہی اور اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہ سکے جنوب میں کم و بیش پانچ سال تک رائج رہے ہیں۔

## محمد بن تغلق کے سکّے جو جنوب میں مضروب ہوئے ہیں

(۱) چاندی و تانبہ۔ ۴۸ – ۵۳ گرین

| | |
|---|---|
| الواثق | محمد بن |
| بنصر اللہ | تغلق شاہ |
| ۷۳۰ | |

۷۳۰ھ / ۱۳۲۹ء Thomas's Chronicles, p. 253.

۷۳۳ھ / ۱۳۳۲ء Rodgers. No. 32.

Hultzsch. No. 1.

۷۳۴ھ / ۱۳۳۳ء Hultzsch. No. 2.

(۲) تانبہ – ۵۴ گرین

| | |
|---|---|
| الامام | محمد بن |
| العادل | تغلق شاہ |

Tufnell, No. 36. Rodgers. No. 1.

Hultzsch. No. 3.

(۳) تانبہ – ۲۵ گرین

| | |
|---|---|
| السلطان | العادل |

Hultzsch, No. 4

(۵)

# سکّہ جات سلاطینِ معبر

سلاطینِ معبر کے سکّے ہندوستان کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو تاریخ وار مرتب کیا جائے تو ان کا سلسلہ ۷۳۶ھ (۱۳۳۶ء) سے شروع ہو کر ۷۷۹ھ (۱۳۷۷ء) پر ختم ہوتا ہے۔ ماہرانِ سکہ جات نے اپنی سعی و کوشش سے ان کا کافی ذخیرہ فراہم کیا ہے۔ یہ سکّے وزن اور شکل و صورت کے لحاظ سے سلاطین دہلی کے سکوں سے بالکل مماثلت و مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کی عبارتیں اور نقوش بھی قریب قریب ویسے ہی ہیں جیسے کہ سلاطین دہلی کے سکّوں پر پائے جاتے ہیں۔

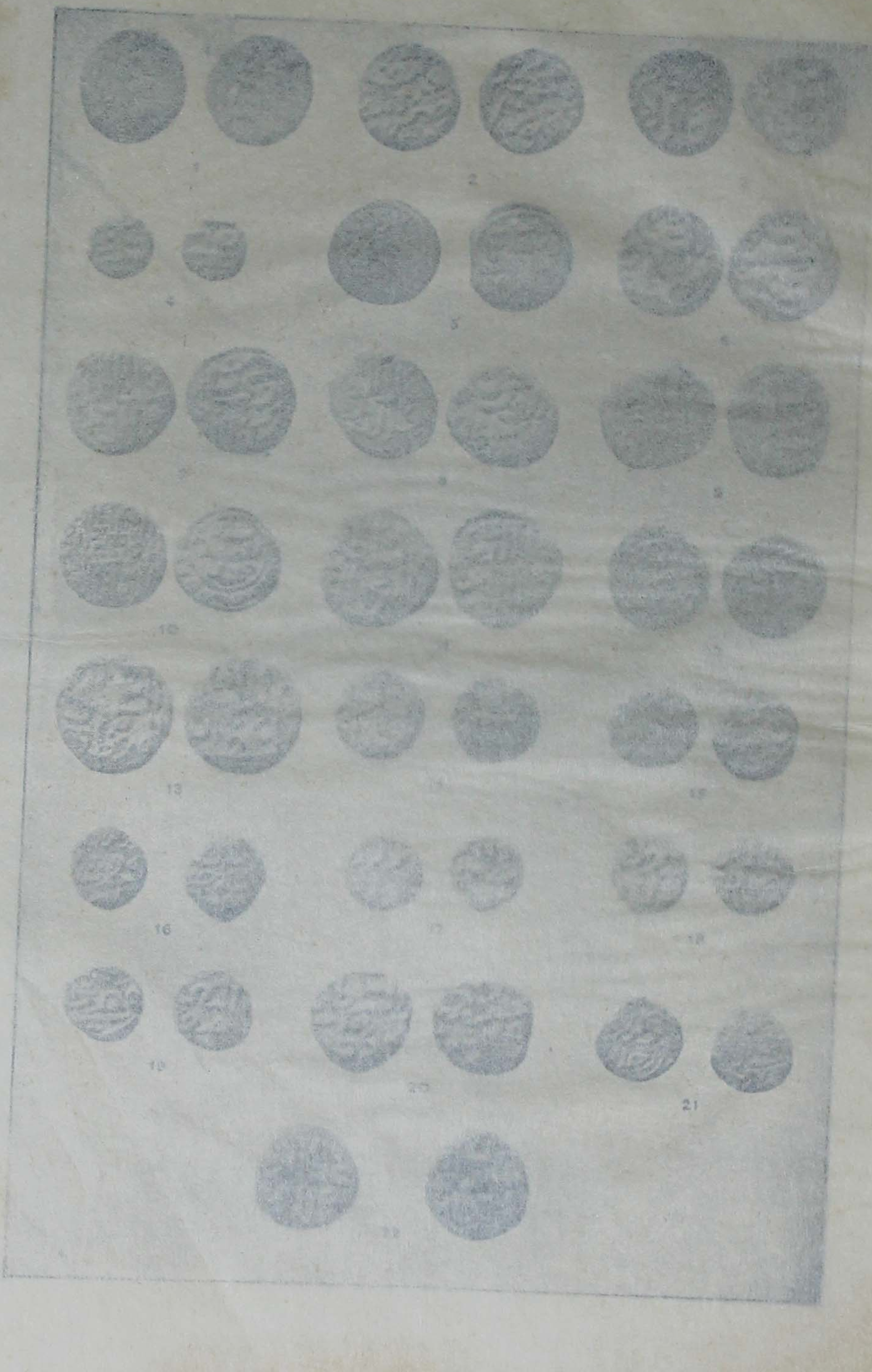
مختلف ذخیروں میں سلاطین معبر کے جو سکّے اس وقت موجود ہیں اُن میں زیادہ تعداد تانبے کے سکّوں کی ہے۔ چاندی اور تانبے کے مخلوط سکّے بہت کم ملے ہیں۔ چاندی کے سکوں کی تعداد مخلوط سکوں سے بھی کم ہے۔ طلائی سکہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا ہے لیکن ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان جلال الدین احسن شاہ نے طلائی سکّے مضروب کرائے تھے اور اُن پر حسب ذیل عبارت منقوش تھی:[۱]

## دینار طلائی

| | |
|---|---|
| سلالہ طٰہٰ و یٰسٓ | الواثق |
| ابو الفقراء والمساکین | بتائید الرحمٰن |
| جلال الدنیا والدین | احسن شاہ |
| | السلطان |

---

۱؎ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۱۶۱



# سکہ جات سلاطین معبر

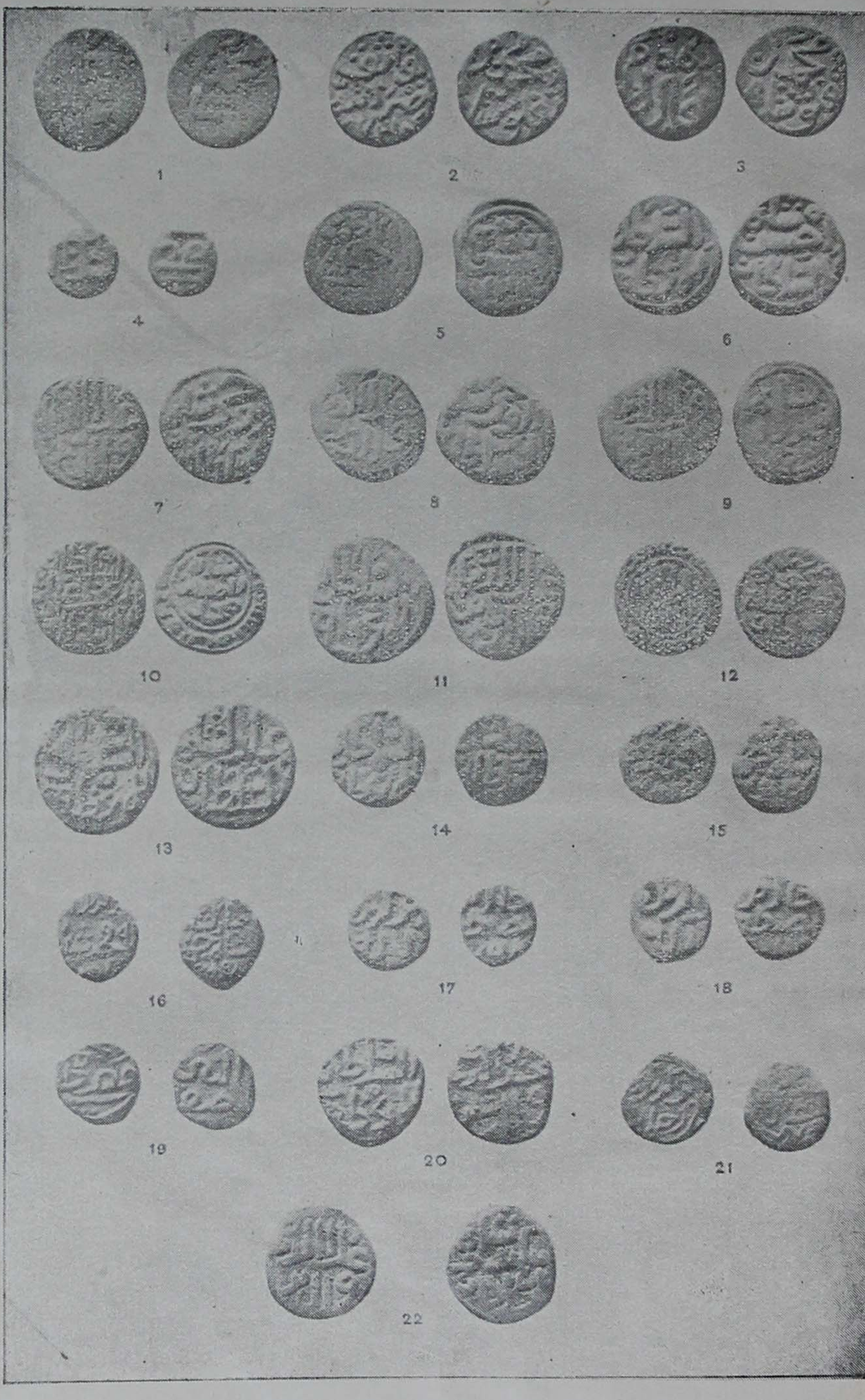
سلاطین معبر کے سکے ہندوستان کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو صحیح طور پر مرتب کیا جائے تو ان کا سلسلہ ۷۳۴ھ سے شروع ہو کر ۷۷۹ھ پر ختم ہوتا ہے۔ ذخیرہ سکہ جات سے اپنی ہی دلچسپی سے ان کا کافی ذخیرہ فراہم کیا ہے۔ یہ سکے وزن اور شکل و صورت کے لحاظ سے سلاطین دہلی کے سکوں سے بالکل مماثلت و مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کی عبارتیں اور نقوش بھی قریب قریب ویسے ہی ہیں جیسے کہ سلاطین دہلی کے سکوں پر پائے جاتے ہیں۔

مختلف ذخیروں میں سلاطین معبر کے جو سکے اس وقت موجود ہیں ان میں زیادہ تعداد تانبے کے سکوں کی ہے۔ چاندی اور تانبے کے مخلوط سکے بہت کم ملے ہیں۔ چاندی کے سکوں کی تعداد مخلوط سکوں سے بھی کم ہے۔ طلائی سکہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا ہے لیکن ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان جلال الدین احسن شاہ نے طلائی سکے مضروب کرائے تھے اور ان پر یہ عبارت منقوش تھی ۱؎

## دینار طلائی

| | |
|---|---|
| سلالہ طٰہٰ و یٰس | الواثق |
| ابو الفقراء والمساکین | بتائید الرحمن |
| جلال الدنیا والدین | احسن شاہ |
| | السلطان |

۱؎ [illegible] ۱۹۱


1
2
3
4
5
6
7
8
9
10
11
12
13
14
15
16
17
18
19
20
21
22

طلائی اور نقرئی سکوں کے نادر و نایاب ہونے کی غالباً وہی وجہ ہوگی جو سکہ جات سلاطینِ بہمنیہ کے کمیاب ہونے کی نسبت مورخ فرشتہ نے بیان کی ہے۔ محمد شاہ بہمنی کے حالات جلوس میں مورخ موصوف نے تحریر کیا ہے کہ "بادشاہ نے جب اپنے نام کے سکے جاری کئے تو ہندو صرافوں نے تعصب کی وجہ سے اور نیز راجگان تلنگ و بیجانگر کی تحریک سے اس کے رواج نہ پانے میں سعی و کوشش کی اور بکثرت سکے گلا ڈالے۔ بادشاہ نے انھیں ہر چند منع کیا۔ لیکن جب وہ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آئے تو ۷۶۱ھ ۱۳۵۹ء میں ان کا قتل عام کیا گیا"[1]

ان سکوں پر کپتان ٹوفنل (Tufnell) نے سب سے پہلے روشنی ڈالی ہے اور اپنی کتاب میں ان کے نقوش کو بصحت تمام حل کیا ہے۔ تاہم چند غلطیاں بھی اُن سے سرزد ہوگئی ہیں۔ اول یہ کہ اُنھوں نے اطراف کی عبارت چھوڑ دی ہے۔ دوم یہ کہ برگزیدہ کو بن گریدہ پڑھا ہے۔ سوم یہ کہ رحمٰن، خادم، مصطفےٰ، فخر، شاہ جہاں وغیرہ مختلف بادشاہوں کے نام سمجھے ہیں۔ حالانکہ یہ سب مبارک شاہ کے القاب ہیں اور اُس نے اپنے مذہبی غلو اور اظہار عظمت و جلال کے لئے ان الفاظ کو اپنے سکوں پر کندہ کرایا ہے۔

## (۱) جلال الدین احسن شاہ ۷۳۵ھ ۱۳۳۴ء - ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء

۴ - چاندی - ۵۴ گرین

| | |
|---|---|
| جلال الدنیا | شاہ |
| والدین | احسن |
| | ۷۳۷ |

۷۳۷ھ ۱۳۳۶ء - راجرس

---

[1] تاریخ فرشتہ ج اول ص۲۸۵

۵ - تانبہ - ۶۷ گرین

السلطان شاہ

الاعظم احسن

السلطان

ڈفنل ص ۱ - راجرس ص ۵ ہوشش ص ۸

۶ - تانبہ - ۵۰ گرین

سلطان شاہ

السلاطین احسن

اطراف - سنہ ـــــ وثلثین وسبع مائۃ

شنہ ۷۳ - راجرس ص ۶ - زنگا چاری ص ۱۳

۷ - تانبہ - ۴۸ گرین

السلطان جلال الدنیا

الاعظم والدین

راجرس ص ۳۳ - ہوشش

سلطان جلال الدین فیروزشاہ خلجی (۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء - ۶۹۶ھ / ۱۲۹۶ء) کے بعض سکّوں پر بھی یہ ہی عبارت منقوش ہے

Thomas's Chronicles p. 123

۸ - چاندی - ۵۳ گرین

شاہ الحسینی

احسن

۳۸ھ رنگاچاری ۱۴ - ہوشش ۲

۳۹ھ رنگاچاری ۱۵

---

## (۲) علاء الدین ادوجی شاہ ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء

۹ - مخلوط - ۵۵ گرین

علاء الدنیا شاہ

والدین ادوجی

اطراف - سنہ اربعین وسبع مائۃ

راجرس ۳

۱۰ - تانبہ - ۴۶ گرین

علاء الدنیا ادوجی شاہ

والدین السلطان

راجرس ۲ - ہوشش ۱۱

---

## (۳) قطب الدین فیروز شاہ - ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء

۱۱ - تانبہ - ۶۴ - ۱۰ گرین

قطب الدنیا شاہ

والدین فیروز

۷۴۰

راجرس ۹ء - ہوشش ۱۲ء

ٹوفنل (ص۶۶) نے اس سکہ کا ۷۴۶ھ / ۱۳۴۵ء لکھا ہے۔ لیکن اس کے جانشین غیاث الدین محمد دامغان شاہ کا سکہ ۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء میں مضروب ہوا ہے۔ اس لئے صحیح ۷۴۰ھ / ۱۳۳۹ء ہے

## (۴) غیاث الدین محمد دامغان شاہ ۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء و ۷۴۲ھ / ۱۳۴۱ء

۱۲- چاندی - ۵۶ گرین

| | |
|---|---|
| السلطان | شاہ |
| الاعظم غیاث | دامغان |
| الدنیا والدین | محمد |

اطراف - سنہ احدی واربعین وسبع مائۃ

۷۴۱ھ / ۱۳۴۰ء - راجرس ۱۰ء رنگاچاری ۱۷ء ہوشش ۱۳ء

۷۴۲ھ رنگاچاری ۱۸ء

۱۳ - تانبہ - ۶۵ گرین

| | |
|---|---|
| السلطان | غیاث الدنیا |
| الاعظم | والدین |

راجرس ۱۱ء - ہوشش ۱۳ء

سلطان غیاث الدین بلبن (۶۶۴ھ / ۱۲۶۵ء - ۶۸۶ھ / ۱۲۸۷ء) اور سلطان غیاث الدین بہمنی ۸۰۰ھ / ۱۳۹۷ء کے بعض سکوں پر بھی یہ ہی عبارت منقوش ہے۔

Thomas's Chronicles p. 135
Nun. Chron. Vol. 18. p. 266.

## (۵) ناصرالدین محمود شاہ ۷۴۵ھ ۱۳۴۴ء

۱۴ - چاندی و تانبہ - ۴۸ - ۵۵ گرین

ناصرالدنیا | محمود غازے
والدین | وامغان شاہ
اطراف - سنہ خمس و | السلطان
اربعین و سبع مائۃ |

۷۴۵ھ ۱۳۴۴ء - راجرس ۱۲ء - ہوئش ۱۵ء

---

## (۶) عادل شاہ ۷۵۷ھ ۱۳۵۶ء

۱۵ - مخلوط - ۵۰ گرین

السلطان | عادل
الحلیم | شاہ

اطراف - سنہ سبع وخمسین و سبع مائۃ

۷۵۷ھ ۱۳۵۶ء راجرس ۱۴ء - ہوئش ۱۶ء

۱۶ - تانبہ (۱) ۶۴ گرین (۲) ۲۵۱ گرین (۳) ۳۸۵ گرین

السلطان | عادل
الاعظم | شاہ
| السلطان

راجرس ۱۳ء ۱۵ء ۱۶ء ۱۷ء - ہوئش ۱۷ء

۱۷- تانبہ

عادل شاہ السلطان

ٹوفنل ۸

۱۸- تانبہ

عادل شاہ

ٹوفنل ۱۰

---

## (۷) فخرالدین مبارک شاہ ۷۶۱ھ / ۱۳۵۹ء — ۷۷۰ھ / ۱۳۶۸ء

۱۹- تانبہ - ۳۳ گرین

برگزیدہ مبارک شاہ
اللہ فخرشاہ شاہ جہاں
شاہاں ۷۶۱

۷۶۱ھ / ۱۳۵۹ء - راجرس ۲۶

۷۶۳ھ / ۱۳۶۱ء - راجرس ۳۱ - ہوشش ۲۰

۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء - راجرس ۲۸

۲۰- تانبہ - ۲۵ گرین

برگزیدہ خادم
اللہ مصطفیٰ
۷۶۵

۷۶۵ھ / ۱۳۶۳ء راجرس ۱۸

۷۶۷ھ راجرس ۱۹

سنہ ۷۶۸ھ ٹوفل ۱۲ء

سنہ ۷۶۹ھ ہوشش ۲۱ء

سنہ ۷۷۰ھ راجرس ۲۰ء

۲۱۔ تانبہ۔ ۳۵ گرین

| | |
|---|---|
| برگزیدہ | خادم |
| اللہ | رسول اللہ |

سنہ ۷۷۰ھ رنگاچاری ۲۳ء

۲۲۔ تانبہ۔ ۲۸ گرین

| | |
|---|---|
| البنی | محمدؐ |
| ناصف | مصطفےٰ |
| ۷۶۴ | |

سنہ ۷۶۴ھ۔ راجرس ۲۱ء۔ رنگاچاری ۲۱ء

سنہ ۷۶۵ھ ہوشش ۲۲ء

مسٹر راجرس نے رخ اول کی عبارت چھوڑ دی ہے۔

مسٹر رنگاچاری نے اُسے "البنی باصفا" پڑھا ہے۔ لیکن صحیح عبارت "ناصف البنی" ہے۔ ناصف کے معنی "خادم" ہیں اور اس قرأۃ کی تائید سکہ جات نمبر ۲۰ و ۲۱ سے ہوتی ہے جن میں "خادم مصطفےٰ" اور "خادم رسول اللہ" منقوش ہے۔

---

(۸) علاءالدین سکندر شاہ سنہ ۷۷۴ھ - ۱۳۷۲ء - سنہ ۷۷۹ھ ۱۳۷۷ء

۲۳۔ تانبہ ۴۳ گرین۔

| | |
|---|---|
| برگزیدہ | شاہ |
| رحمان | سکندر |
| | السلطان |
| | ۷۷۵ |

۷۷۴ھ / ۱۳۷۲ء راجرس ع ۲۹

۷۷۵ھ رنگاچاری ع ۲۰

۷۷۹ھ راجرس ع ۲۲ ع ۳۰

۴۲ - تانبہ ۲۷ گرین

| | |
|---|---|
| علاءالدنیا | سکندرشاہ |
| والدین | السلطان |

ٹوفنل ع ۱۵ - راجرس ع ۳۵

# ضمیمۂ اوّل

## معبر کا قدیم تموّل

ملک کافور کو مدورا کی تسخیر میں جو مال ملا ہے مورخین نے اس کی تفصیل حسب ذیل بیان کی ہے۔[1]

"تین سو بارہ ہاتھی، بیس ہزار گھوڑے، چھیانوے ہزار من سونا، موتی اور جواہرات کے بے شمار صندوق، ان کے علاوہ وہ خزانے اور دفینے تھے جو اثنائے راہ میں ملے"۔

سونے کی مقدار کا موجودہ وزن میں حساب لگانا کسی قدر مشکل امر ہے کیوں کہ ہندوستان میں مختلف زمانوں میں مختلف اوزان کے من جاری رہے ہیں۔ سونے کے چھیانوے ہزار من ہونے پر نہ صرف نظام الدین احمد، بدایونی، فرشتہ کا اتفاق ہے، بلکہ امیر خسرو اور ضیائے برنی نے بھی جو علاء الدین کے معاصر ہیں یہ ہی وزن بیان کیا ہے۔[1] اس لئے ہم اس کی مقدار کا حساب اُس من سے معین کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو علاء الدین کے عہد میں یا اُس کے بہت ہی قریب زمانہ میں بمقام دہلی رائج تھا۔

(ا) ابن بطوطہ بیان کرتا ہے کہ دہلی کا ایک من مغرب کے بیس[20] یا مصر کے پچیس رطل کے برابر ہوتا ہے۔[2] ابن بطوطہ کے فرانسیسی مترجموں نے اس حساب سے ایک من کا وزن $\frac{3}{4}$ ۲۹ پونڈ قائم کیا ہے۔

---

[1] طبقات اکبری طبع لکھنؤ صفحہ ۸۳ منتخب التواریخ بحوالہ خزائن الفتوح مصنفہ امیر خسرو دہلوی طبع لکھنؤ ۱۸۶۸ء صفحہ ۵۱۔ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۲۰

[2] ابن بطوطہ جلد دوم صفحہ ۱۹۹ و ۲۲۴

(۲) شہاب الدین دمشقی مسالک الابصار میں محمد تغلق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ دہلی کا سیر ستّر مثقال کا ہوتا ہے۔ بابر بادشاہ نے اپنی توزک میں مثقال کا وزن ۵ ماشہ لکھا ہے۔ اس حساب سے ایک سیر ۲۹ تولہ ۲ ماشہ کا ہوا اور من ۱۳ سیر ۸ چھٹانک یا ۲۷ پونڈ کا۔

مذکورۂ بالا اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد تغلق کے عہد میں ½۱۳ سیر سے ½۱۴ سیر تک کا من رائج تھا۔ پس ہم اس کا اوسط وزن ۱۴ سیر پختہ یا ۲۸ پونڈ قرار دیں تو چھیانوے ہزار من سونے کی مقدار ۲۶ لاکھ ۸۸ ہزار پونڈ ہوتی ہے۔

یہ بیان بظاہر مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے لیکن میرے خیال میں کوئی وجہ اس میں شک وشبہ کی نہیں پائی جاتی ہے۔ ملک کافور کے حملوں سے قریباً ۵۰ سال پہلے اس علاقہ میں یورپ کا مشہور سیاح مارکوپولو آیا تھا۔ اس نے یہاں کے راجاؤں کی دولت مندی کا جو حال بیان کیا ہے اس کی بنیاد پر اگر معبر میں مسلمانوں کو اس قدر دولت میسر آئی تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ سیلون سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر معبر کا ملک آتا ہے جس میں ۵ راجہ حکمرانی کرتے ہیں اور ان کی سلطنت میں بڑے بڑے نایاب موتی نکلتے ہیں۔ یہاں کے راجہ کا حکم ہے کہ نصف مثقال سے زیادہ وزن کا موتی اس کے ملک سے باہر نہ جائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ عمدہ عمدہ موتی اپنے یہاں رکھتا ہے وہ ہر سال ڈھنڈورا پٹوا دیتا ہے کہ جس کے پاس عمدہ موتی یا جواہرات ہوں راجہ کو دے کر ان کی دوگنی قیمت وصول کرلے۔ اس وجہ سے ہر شخص اُسے عمدہ موتی اور جواہرات دیدیتا ہے۔ راجہ کا خزانہ بے شمار ہے کیوں کہ جب ایک راجہ کے مرنے پر دوسرا تخت نشین ہوتا ہے تو پہلے راجہ کے خزانہ کو ہاتھ نہیں لگاتا بلکہ خود ایک نیا خزانہ جمع کرتا ہے۔ اس کے باعث ملک میں بے شمار خزانے جمع ہوگئے ہیں۔ اس ملک میں گھوڑے پیدا نہیں ہوتے۔ ہرمز، عدن کے سوداگر ہر سال معبر میں گھوڑے لاتے ہیں پانچوں ملکوں میں سالانہ دو دو ہزار گھوڑے خرید گئے جاتے ہیں اور ایک گھوڑے کی پانچ سو دینار قیمت دی جاتی ہے۔

---

# ضمیمۂ ثانی

## سلاطینِ معاصر

| سنہ ہجری | سنہ عیسوی | سلاطین معبر | راجگان بیجانگر | سلاطین بہمنیہ | سلاطین دہلی |
|---|---|---|---|---|---|
| ۷۲۶ | ۱۳۲۵ | - | . | . | محمد بن تغلق |
| ۷۳۵ | ۱۳۳۴ | جلال الدین احسن شاہ | . | . | . |
| ۷۳۷ | ۱۳۳۶ | . | ہری ہر اول | . | . |
| ۷۴۰ | ۱۳۳۹ | علاء الدین | . | . | . |
| ۷۴۰ | ۱۳۳۹ | قطب الدین فیروز | . | . | . |
| ۷۴۱ | ۱۳۴۰ | دامغان شاہ غیاث الدین | . | . | . |
| ۷۴۴ | ۱۳۴۳ | . | بکا رائے اول | . | . |
| ۷۴۵ | ۱۳۴۴ | ناصر الدین محمود | . | . | . |
| ۷۴۸ | ۱۳۴۷ | . | . | علاء الدین بہمن شاہ | . |
| ۷۵۲ | ۱۳۵۱ | . | . | . | فیروز شاہ |
| ۷۵۷ | ۱۳۵۶ | عادل شاہ | . | . | . |
| ۷۶۰ | ۱۳۵۸ | . | . | محمد شاہ اول | . |
| ۷۶۱ | ۱۳۵۹ | مبارک شاہ | . | . | . |

| سنہ ہجری | سنہ عیسوی | سلاطین معبر | راجگان بیجانگر | سلاطین بہمنیہ | سلاطین دہلی |
|---|---|---|---|---|---|
| ۷۷۴ | ۱۳۷۲ | سکندر شاہ | . | . | . |
| ۷۷۷ | ۱۳۷۵ | . | . | مجاہد شاہ | . |
| ۷۸۰ | ۱۳۷۸ | . | . | داؤد شاہ | . |
| ۷۸۰ | ۱۳۷۸ | . | . | محمدؐ شاہ دوم | . |
| ۷۸۱ | ۱۳۷۹ | . | ہری ہر دوم | . | . |
| ۷۹۰ | ۱۳۸۸ | . | . | . | تغلق شاہ |
| ۷۹۰ | ۱۳۸۸ | . | . | . | ابوبکر شاہ |
| ۷۹۲ | ۱۳۸۹ | . | . | . | محمد شاہ چہارم |

# مآخذ تالیف


| | | |
|---|---|---|
| (۱) تقویم البلدان | ابوالفدا حموی ” | طبع یورپ سنہ ۱۸۴۰ء |
| (۲) تاریخِ وصاف | عبداللہ بن فضل اللہ شیرازی | ” بمبئی سنہ ۱۲۶۹ء |
| (۳) تاریخ فیروز شاہی | ضیاء الدین برنی | ” کلکتہ سنہ ۱۸۶۲ء |
| (۴) طبقات اکبری | نظام الدین احمد ہروی | ” لکھنؤ سنہ ۱۸۷۵ء |
| (۵) منتخب التواریخ | عبدالقادر بدایونی | ” لکھنؤ سنہ ۱۸۶۸ء |
| (۶) تاریخ فرشتہ | محمد قاسم فرشتہ | ” لکھنؤ سنہ ۱۸۶۴ء |
| (۷) آئین اکبری | ابوالفضل بن مبارک | ” لکھنؤ سنہ ۱۸۶۹ء |

(۸) سفرنامہ ابن بطوطہ محمد حسین ایم اے لاہور ۱۸۹۸ء

(۹) سیاحت موسیو تھیونو ... ... آگرہ ۱۸۹۷ء

(10) Mrs. L. Fletcher, " Ibn Batutah in Southern India, Madras Journal of Literature and Science, 1888—9.

(11) Nelson, Manual of the Madura Country, Madras, 1868.

(12) E. Thomas, Chronicles of the Pathan Kings of Delhi, London, 1871.

(13) V.A. Smith, Early History of India, London, 1909.

(14) R. Sewell, Forgotten Empire, Vijayanagar, London, 1900.

(15) K. Aiyangar, Ancient India, London, 1900

(16) L. White King and R. H. C. Tufnell, Coins of the Muhammaden Viceroys in southern India (Tufnell's Hints to Coin-Collectors in Southern India—Madras, 1884, p. 55

(17) C. J. Rodgers, Coins of the Muhammaden Kings of Ma'bar, J. A. S. B. Vol. 64 (1895) p. 49.

(18) T.M. Ranga Chari and Desika Chari. Some Unpublished Mu'bar Coins, Indian Antiquary, Vol. 31 (1902) p. 232.

(19) E Hultzsch, The coinage of the Sultans of Madura, J. R. A. S., 1909, p. 667.

(20) Epigraphia Indica.

# خطباتِ عالیہ

## (ہر سہ حصہ مجلد)

ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ ۱۸۸۶ء سے ۱۸۹۷ء تک آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے چالیس اجلاس ہندوستان کے مختلف شہروں میں منعقد ہو چکے ہیں۔ ہر سال ہندوستان کا کوئی مشہور و ممتاز فاضل اجلاس کا صدر ہوتا ہے جس کا خطبہ صدارت عموماً نہایت مفید و بیش بہا معلومات کا ذخیرہ ہوتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ خطبہ میں تمام اہم تعلیمی مسائل پر بحث کی جاتی ہے۔ خطباتِ عالیہ ان چالیس خطبات صدارت کا مجموعہ ہے جس میں ۱۹۴۷ء تک کے تمام صدارتی خطبے سلسلہ وار جمع کر دیئے ہیں لیکن صرف اسی پر قناعت نہیں کی گئی، بلکہ خطبہ سے پہلے ہر صدر کی دلچسپ و معتبر سوانح عمری اور فوٹو بھی شامل کیا ہے، جس نے ان خطبات کی دلچسپی کو اور بڑھا دیا ہے پہلی جلد میں ۲۰ خطبے مع حالات و تصاویر ہیں اور دوسری، تیسری جلد میں دس دس، اصحاب کے حالات و خطبات و تصاویر ہیں۔

اس کتاب کی وجہ سے بہت سے اُن مشاہیرِ ہند و رہ نمایانِ قوم کے خیالات و حالات محفوظ ہو گئے ہیں جو کبھی کانفرنس کے صدر رہ چکے ہیں مثلاً نواب محسن الملک، نواب عماد الملک، مولوی محمد سمیع اللہ خاں، سر مہاراجہ صاحب محمود آباد، سردار محمد حیات خاں، شمس العلماء مولانا حالی، نواب صاحب ڈھاکہ، سر ابراہیم رحمت اللہ، خان بہادر میاں فضل حسین، سر عبدالرحیم، خان بہادر سر شیخ عبدالقادر صاحب وغیرہ وغیرہ

اس کتاب کے شائع ہونے سے گویا مسلمانوں کی چہل سالہ تعلیمی تاریخ محفوظ ہو گئی اور اب ہر شخص اس کتاب کی تینوں جلدیں سامنے رکھ کر یہ معلوم کر سکتا ہے کہ گزشتہ ۴۰ سال کے زمانہ میں مسلمانوں نے تعلیم میں کس قدر ترقی کی ہے اور کس قدر تعلیمی مباحث و مسائل اس مدت میں پیدا ہوئے اور اُن کا کیا انجام ہوا۔ نیز یہ کہ مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کے متعلق ماہرینِ فن اور رہ نمایانِ تعلیم کے کیا خیالات ہیں۔ غرض اس کتاب کا ایک دفعہ کا مطالعہ پڑھنے والے کے دماغ میں بیش بہا معلومات کا ایک ذخیرہ جمع کر دے گا اور اس کو مسلمانوں کے تعلیمی معاملات کے متعلق زبردست بصیرت حاصل ہو جائے گی۔

ہر حصہ علیحدہ علیحدہ مجلد ہے، جلد نہایت خوب صورت، پشت پر طلائی حروف میں کتاب کا نام، قیمت ہر سہ حصہ ۱۰ کلدار اور ۱۲ سکۂ حالی، جو کتاب کے مضامین و مطالب دلکشی تصاویر اور حسن طباعت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

**ملنے کا پتہ: صدر دفتر کانفرنس، سلطان جہاں منزل، علی گڑھ**

# وقارِ حیات

یعنی

نواب وقار الدولہ وقار الملک مولوی حاجی محمد مشتاق حسین صاحب سابق ریونیو سکرٹری گورنمنٹ نظام و

آنریری سکرٹری محمڈن کالج و بانی آل انڈیا مسلم لیگ

کی

نہایت مفصل، مکمل و دلچسپ و پُر از معلومات سوانح عمری جو ایجوکیشنل کانفرنس نے

علی گڑھ کی پنجاہ سالہ جوبلی کے موقع پر شائع کی

یہ سوانح عمری درحقیقت مسلمانوں کی گزشتہ پنجاہ سالہ زمانہ کی تعلیمی سیاسی اور قومی تاریخ اور عجیب و غریب

واقعات کا مرقع ہے۔ حیدر آباد، علی گڑھ تحریک اور اسلامی پالٹیکس کے متعلق بہت سے پُر اسرار و مخفی حالات

اس کتاب سے معلوم ہوتے ہیں جو کسی دوسرے طریقے سے نہیں معلوم ہو سکتے

مع مقدمہ

نوشتہ نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حاجی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیس حبیب گنج

مطبوعہ مسلم یونیورسٹی پریس، کاغذ عمدہ سفید تقطیع ۲۰×۲۶ کتابت و طباعت نفیس ضخامت قریباً ۹۰۰ صفحے مع فوٹو نواب صاحب

قیمت غیر مجلد صہ کلدار ؎ حالی، قیمت مجلد پشت پر طلائی حروف میں کتاب کا نام ؎ کلدار ؎ حالی

ملنے کا پتہ: صدر دفتر کانفرنس، سلطان جہان منزل، علی گڑھ